إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ
بیشک نیک لوگ جنت میں ہونگے
وقار شریعت
ابو الظفر غلام یسین قادری امجدی
فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور
صدر المدرسین دار العلوم قادریہ رضویہ ملیر سعود آباد کراچی
کرمانوالہ بک شاپ

صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ وسلم

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ

بیشک نیک لوگ جنت میں ہونگے

وقار شریعت

ابو الظفر غلام یسین قادری امجدی

فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

صدر المدرسین دار العلوم قادریہ رضویہ طیبہ مسعود آباد کراچی

بفیضانِ کرم
حضرت سید السادات پیر محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
المعروف حضرت کرمانوالے
آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف اوکاڑہ
شمیم باغ ولایت
حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
منظور پیر طریقت
حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید صمصام شاہ بخاری
حضرت پیر سید طیب علی شاہ بخاری
زیر اہتمام
سمیع اللہ برکت
از ابراہی
حاجی انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی
جملہ حقوق محفوظ ہیں
قیمت 140 روپے
اشاعت
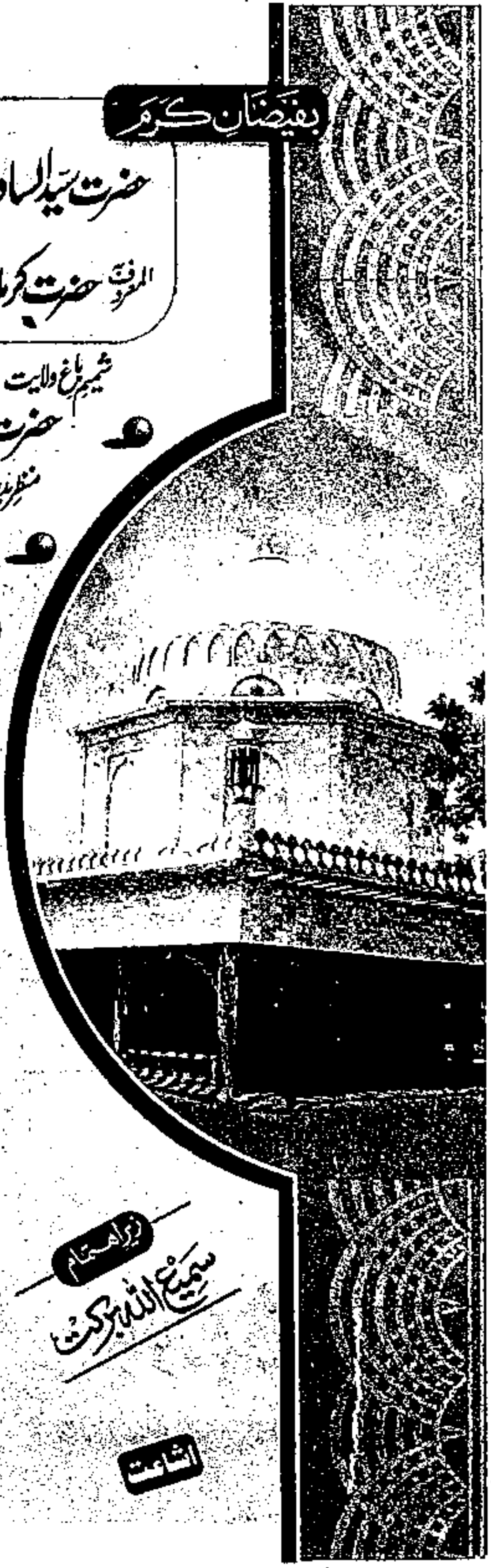
آپ کے بڑے ہی پیارے اور لاڈلے صاحبزادے جو کہ صاحب ولائیت پاکیزگی وطہارت کے پابند تھے آپ کا وصال انڈیا میں ہوا وہی آپ کا مزار مبارک بنا ۔ سکھ اور دیگر احباب آپ کے مزار پر منتیں مانگتے ہیں ۔ سالانہ عرس کرواتے ہیں اور عرس کی تقریب میں دو لاکھ افراد عرس میں شرکت کر کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتے ہیں جن میں زیادہ تعداد سکھوں کی ہوتی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہم پر بھی آپ کے فیوض و برکات کا نزول فرمائے ، آمین

حضرت پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف ، اوکاڑہ

فہرست مضامین

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

فقیر اپنے اس ناچیز کتابچہ کو مقبولیت اور حصولِ سعادت کی خاطر ایک ایسی ذاتِ عالی صفات کی طرف منسوب کرتا ہے۔ جس کی نگاہِ کیمیا اثر نے ذرّوں کو آفتاب بنا کر اکنافِ عالم کو بقعہ نور بنا دیا۔ جس کے فیوض روحانی نے ہر موقعہ پر آگے بڑھ کر دستگیری کی جس کا نام نامِ اسم گرامی امجد علی اور لقبِ شہیر صدر الشریعہ قبلہ ہے جن کو یقیناً علی رضی اللہ عنہ باب العلم کی طرف سے علم کا اتنا وافر حصہ ملا تھا کہ ساری زندگی تقسیم علم میں گزار دی اور سچ تو یہ ہے کہ ہزاروں برس زندہ رہتے تو اسی شان و شوکت سے علوم و فنون کے گروں سے دنیا کو بہرہ مند فرماتے۔

بابُ العلم کے باطنی علم نے کچھ ایسا کرشمہ دِکھایا کہ مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہوتے ہی چمنستانِ شریعت میں پھر سے تازہ بہار آ گئی اور نہالان نو دمیدہ نکھار یعنی تشنگانِ علم و عرفان کو کچھ اس طرح سیراب کیا کہ پھر عمر تک کسی اور کی محتاجی باقی نہ رہی اور ہزاروں شاگرد عالم کے گوشہ گوشہ میں علم و عرفان کی شمعہائے فروزاں بنا کر پھیلا دیا۔

وہ صدر الشریعہ جن کے رعب و دبدبہ سے بڑے سے بڑا جرأت والا مرعوب دکھائی دیتا تھا کسی کی مجال نہ تھی کہ نظر بھر کے دیکھ سکے چہرہ بڑا اور بھرا ہوا بڑی بڑی آنکھوں سے جب دیکھ لیتے تو لوگ سہم جاتے حالانکہ بلاوجہ کسی کو ڈانٹتے، نہ غصہ ہوتے اور جب خندۂ لب ہو کر بات شروع کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ در و دیوار ہنسنے لگیں گے یا ہنس رہے ہیں بیٹھنے والوں کے قلوب میں عجیب و غریب کیفیت پیدا ہو جاتی جو بیان نہیں کی جا سکتی۔ وہ صدر الشریعہ جن کی ہر بات حکیمانہ اور ہر ادا بامعنی تھی۔ بیجا اور لغویات میں اُلجھے ہوئے کبھی نہ دیکھے گئے۔

وہ صدر الشریعہ جنہوں نے بڑے سے بڑا مسئلہ جو پاک و ہند کے چوٹی کے علماء سے حل نہ ہوسکتا تھا باتوں باتوں میں حل فرما کر ثابت کر دیا کہ سینۂ اقدس علم و عرفان کا گنجینہ، علم لدنی کا خزینہ ہے اسی لئے بڑے بڑے علماء و فضلاء شرفِ تلمذ حاصل کرنا باعث صد برکت و فخر تصور کرتے اور دور دور سے آ کر حدیث، تفسیر و فقہ وغیرہ کے چند اوراق یا چند سطریں پڑھ کر شاگردوں کی صف میں کھڑے ہو جاتے لیکن سند تکمیل علوم کے بعد ہی عطا فرماتے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نبخشند خدائے بخشندہ

اور یہ حقیقت ہے کہ بہار شریعت جیسی کتاب جو نہایت جامع اور سہل الفاظ میں حضرت علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمائی۔ فقہ کی ایسی کتاب نہ اردو میں ہے نہ عربی میں اور نہ کسی اور زبان میں۔ حضرت نے اردو زبان پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ لطف تو یہ ہے کہ شروع سے لیکر آخر تک دیکھ جایئے کہیں طرز تحریر میں تبدیلی نہ ملے گی مشکل سے مشکل مسائل آسان اور ایسی محیط عبارت میں تحریر فرمائے ہیں کہ اگر عبارت سے کوئی لفظ تبدیل کر دیا جائے تو بسا اوقات مفہوم تبدیل ہو جاتا ہے۔ بہارِ شریعت فقہی مسائل کی ایک ایسی مکمل کتاب ہے جو قانونی فقروں اور دستوری عبارات سے پُر ہے۔ جسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اسی لئے علماء و عوام میں یکساں مقبول ہے۔ خود وہ لوگ جو مسلکاً اور عقیدۃً مخالف ہیں اس کتاب سے استفادہ پر مجبور ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں جو کسی وجہ سے اب تک شائع نہ ہوسکیں وہ بھی کامل جامعیت و مانعیت کی حامل ہیں۔ حضرت علیہ الرحمۃ کے دو مکان تھے ایک کوٹھی قادری منزل جس کے قریب مشرقی جانب فقیر کا مکان ہے۔ حضرت علیہ الرحمۃ جب اپنے دوسرے مکان تشریف لے جاتے تو فقیر ہی کے مکان کے سامنے سے جو شارع عام ہے گذر فرماتے اور ابتدائی تعلیمی دور میں جب کبھی مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور

اعظم گڑھ سے ایام تعطیل کے علاوہ طالب علمی میں گھر آ جاتا یا برادرِ محترم مولانا خلیل اشرف صاحب مہتمم مدرسہ فیض رضا بہاولنگر آتے تو حضرت علیہ الرحمۃ کو نہ جانے کس طرح معلوم ہو جاتا اور بلوا بھیجتے جب حاضر ہوتے خوب ناراضگی کا اظہار فرماتے کہ بلا ضرورت کیوں آئے تعلیم کا نقصان ہوا ہمت کر کے اگر کوئی وجہ بتانے کی کوشش کرتے تو اور بھی ناراض ہوتے اور فرماتے سوائے ایام تعطیل ہرگز نہ آیا کرو اور آتے جاتے گھر والوں کو بھی تنبیہ فرماتے کہ دیکھو یہ بچے ہرگز نہ آئیں ان کی تعلیم کا نقصان ہوتا ہے۔ اس طرح آمد و رفت کی ہر طرح سہولت کے باوجود سات کوس کا راستہ ناپا بند ہو گیا۔ بہر صورت حضرت بڑی شفقت اور کڑی نگرانی رکھتے تھے۔

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے زیر اہتمام رمضان المبارک میں قادری منزل میں سالانہ نعتیہ مشاعرہ ہوا کرتا تھا جس میں دور دور سے بڑے بڑے شعراء کرام شرکت کرتے تھے۔ اس مشاعرہ کی بڑی شہرت تھی اس وقت ہم لوگ اشعار کہنا تو درکنار تک بندی بھی نہ کر پاتے تھے لیکن کوشش ضرور کرتے اور اصلاح کے لئے سیّدی و مرشدی۔ ملجائی و ماوائی حضرت الاستاذ علامۃ الحاج فخر الاسلام محمد عبدالمصطفیٰ الازہری بن صدر الشریعہ بدر الطریقت علیہ الرحمۃ کے پاس لے جاتے اور تقریباً ۵۔۷ منٹ میں ۹۔۱۰ اشعار اعلیٰ بندش کے کہہ کر دے دیا کرتے، جسے ہم لوگ اچھی طرح یاد کر کے مشاعرہ میں سناتے اور خوب داد حاصل کرتے۔ ان ایام میں علامہ موصوف بیشمار نعتیں کہہ کہہ کر شائقین حضرات کو دیتے اور جب وہ لوگ سناتے تو ہر طرف سے کلماتِ تحسین بلند ہوتے اور محفل مشاعرہ کا رنگ بدل جاتا۔

علامہ موصوف میدانِ شاعری کے بھی اعلیٰ شہسوار ہیں اب بھی جب کبھی اشہب قلم کو اشارہ فرماتے ہیں تو اچھے اچھے کہنہ مشق شعراء پیچھے دکھائی دیتے ہیں آپ ماجد تخلص کرتے ہیں جو بچپن کے نام کا ایک جزو ہے۔

جب اخیر میں آپ کی باری آتی تو سب لوگ سنبھل کر بیٹھ جاتے اور ایک ایک

مصرعۃ بلکہ الفاظ کی ہر ترکیب کو ہمہ تن گوش ہو کر سنتے اور جب وسعتِ معنی پر نظر کرتے تو چھوٹے بڑے شعراء اور دیگر اہل ذوق سامعین داد دیئے بغیر نہ رہتے عجیب و غریب سماں بندھ جاتا ۱۲ و ۱۴ اشعار کی نعت ختم ہو جاتی مگر لوگوں کی تشنگی ختم نہ ہوتی۔ نمونہ کے طور پر چند اشعار درج کرتا ہوں ملاحظہ فرمایئے۔

نبی ایسے ہیں بیشک معجزہ ہے بال بال ان کا
مگر ہے آیۂ کبریٰ لبِ شیریں مقال ان کا

عیاں ہے ان کے جسم پاک پر یوں ایک خال ان کا
اذانِ فجر دینے کے لئے آیا بلال اُن کا

ہے درماندہ پر پروازِ شاہینِ تخیل بھی!
اٹھاتا ہے سرِ عرشِ بریں نقشِ نعال اُن کا

انہیں چند اشعار پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ یوں تو بیشمار نعتوں کا مجموعہ تھا جو گم ہو گیا اور بہت سی نعتیں اب بھی موجود ہیں۔

اخیر میں صدر الشریعت خود محاکمہ فرماتے اگر مشکل زمین ہوتی اور جبکہ اچھے اچھے شعراء پھسل جاتے تو حضرت علیہ الرحمۃ بغرض اصلاح اظہار فرماتے اور جملہ شعراء تسلیم کرتے لیکن علامہ موصوف کے بارے میں عوام و خواص کا یہی فیصلہ ہوتا کہ کہیں لغزش نہیں علامہ ماجد الازہری نے سب سے بہتر نعت کہی۔

مجھے خوب یاد ہے کہ اسی سالانہ مشاعرہ کے موقعہ پر مشاعرہ سے چند روز قبل صدر الشریعہ قبلہ نے فقیر کو بڑی شفقت و محبت سے بلایا اور ابتدائی نحو و صرف و نحو کی کتابوں سے چند سوالات زبانی کیئے۔ جوابات دیئے، لیکن ایک آدھ سوال کا جواب اُدھورا رہا تو حضرت نے اس کی تکمیل فرما کر محنت سے علم حاصل کرنے کی نصیحت فرمائی پھر فرمایا وہ نعت جو مشاعرہ میں پڑھو گے مجھے سناؤ۔ چنانچہ سرہانے کی جانب کھڑے ہی کھڑے ڈرتے ڈرتے

پڑھنا شروع کیا تو حضرت نے فرمایا ڈرو نہیں کھل کر پڑھو، میں ایک شعر پڑھتا تو حضرت تلفظ وطرز کی تصحیح فرماتے، اس طرح پوری نعت کی تصحیح فرمادی اس کے بعد فرمایا اب جاؤ اور اسے خوب اچھی طرح یاد کرلو۔

۱۳۶۵ھ میں وطن مالوف اعظم گڑھ سے علامہ موصوف کے ہمراہ جب بریلی شریف اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت رضی اللہ عنہ کے عرس سراء قدس میں شرکت کی غرض سے پہنچا تو علامہ موصوف نے یہ ارشاد فرما کر کہ حضرت کے ہاتھ پر تائب ہو کر سلسلہ میں داخل ہو جاؤ احسانِ عظیم فرمایا۔ چنانچہ اسی موقعہ پر بعد نمازِ عصر جب حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت نے فوراً سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل فرما کر ہمیشہ کے لئے مرہون منت بنالیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحْسَانِهٖ الغرض حضرت کی دینی، اخلاقی اور روحانی تعلیم ہی کا یہ فیض ہے کہ آج یہ مختصر تصنیف "وقارِ شریعت" کے نام سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جس میں بعض مسائلِ شرعیہ اَدِلہ کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں اور قرآن مجید واحادیث کریمہ اور فقہ کی روشنی میں یہ کتاب احباب کے لئے ایک مفید کوشش کی حیثیت سے پیش کرتا ہوں۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

تقریظ مبارک

حضرت علامہ الحاج فخر الاسلام محمد عبد المصطفیٰ الازہری

شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

امابعد فقیر نے مولانا غلام یٰسین صاحب صدر المدرسین دار العلوم قادریہ رضویہ و خطیب جامع مسجد سکیورٹی پریس کی کتاب ''وقار شریعت'' من اولہ الی اخرہ کا کچھ دیکھی اور اکثر مقامات سے سُنی ماشاء اللہ بہت بہتر اور عمدہ کتاب ہے بہت سے مسائل مع اَدِلہ بیان کئے ہیں۔ اس کتاب سے اہل علم، طلبہ اور دینی مسائل معلوم کرنے والے سب لوگوں کو فائدہ کی اُمید ہے مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول فرمائے اور مصنف کو اور دینی تصانیف کی توفیق بخشے۔ آمین

محمد عبد المصطفیٰ الازہری غفرلہ

دیباچہ

شہنشاہ کونین، تتمۂ دور وزماں، رحمتِ کون ومکاں، حبیب لبیب، دلوں کے طبیب جناب نبی کریم رءوف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے الطافِ عمیم وعنایاتِ عظیم کی بارانِ پیہم سے ہر گھڑی کشتِ کائنات کا گوشہ گوشہ تروتازہ رہتا ہے اور نظامِ کائنات کے رہنے تک تروتازہ رہے گا۔ انہی الطافِ عنایات کا ادنیٰ سا کرشمہ ہے کہ اس ذرۂ ناچیز کی کم مائیگی کے باوجود مسلمانوں کی خدمت میں ایک مفید تر کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے جس میں بعض ایسے بھی مسائل ہیں جن کو حال کے کچھ حضرات نے اختلافی بنا رکھا ہے جیسے اذان واقامت وغیرہ کہ ناچیز نے قرآن مجید واحادیث وتفاسیر خصوصاً فقہ کی روشنی میں بحوالۂ کتب اصل کتب عبارات نقل کرکے پوری وضاحت سے لکھا ہے۔ ناچیز نے یوں تو اس موضوع پر سینکڑوں کتب کا مطالعہ کیا مگر جو عندالعلماء معتبر وقابل اعتماد ہیں صرف انہی کے حوالے پیش کیے ہیں جن میں ۲۰ برس قبل سے لے کر ۱۲ سو سال سے بھی پہلے کی کتابوں کے حوالہ جات ہیں نیز تین علماء کے سوا ہر مصنف کے نام وسن وفات وغیرہ پاک وہند میں جہاں کہیں سے مل سکے، حاصل کیے ہیں۔ کتابوں اور مصنفوں کے نام وغیرہ کی مکمل فہرست پیوند کتاب کردی گئی ہے یہ عرق ریزی اس لئے کی ہے کہ ہر شخص کو علمائے متقدمین ومتاخرین کے اقوال وتعامل سے اچھی طرح آگاہی ہوجائے اور حال کے علماء کی ایجاد نہ کہی جاسکے۔ ناچیز نے ۱۳۷۳ھ میں جب دورۂ حدیث شریف میں تھا تو یہ کیفیت دیکھی کہ مختلف لوگ دارالافتاء میں آکر وقتاً فوقتاً تحریراً تقریراً ان مسائل کی پوچھ گچھ کرتے ہیں لیکن جب دورۂ حدیث کے بعد ناچیز کا جامعہ رضویہ منظر اسلام ہارون آباد بہاولنگر، بہاولپور میں درس وتدریس کی خدمت کے لئے تقرر ہوا تو وہاں بھی دیگر مسائل کے علاوہ اوسطاً ہفتہ، یا عشرہ میں ایک بار ضرور ان مسائل پر بھی استفتاء نظروں سے گزرتے جن کے مدلل جوابات تحریر کیے

جاتے اور جب ۱۳۷۸ھ میں سیدی علامۃ الحاج فخر الاسلام عبدالمصطفیٰ الازہری صاحب قبلہ مدفیوضہ کو انتھک کوشش کرنے کے بعد کراچی والوں نے بحیثیت شیخ الحدیث ہارون آباد سے کراچی بلایا اسی سال ناچیز کو حضرت قبلہ سے پہلے ہی بلالیا گیا تھا اور جب دارالعلوم امجدیہ کراچی کا باقاعدہ افتتاح کیا گیا تو حضرت قبلہ نے اپنی زیرنگرانی تدریس کی خدمت پر فقیر کو بھی مامور فرمادیا تھوڑی ہی مدت کے بعد کراچی اور مضافات کراچی اور دور ونزدیک بیرونی علاقوں سے ہر روز کثیر تعداد میں استفتاء آنے لگے ان میں ہر دوسرے تیسرے روز اذان واقامت کے مسائل پر بھی استفتاء ہوتے حضرت قبلہ شیخ الحدیث مدفیوضہ خود بھی ان کے جوابات تحریر فرماتے اور حضرت مولانا مفتی خادم الرسول صاحب بھی اور وقتاً فوقتاً اوقات تدریس کے بعد ناچیز بھی یہ خدمت انجام دیتا۔ لیکن مدتہائے دراز سے اہل علم حضرات کی خواہش تھی کہ ملیر وسعود آباد کے علاقہ میں ایک ایسی دینی ومذہبی درسگاہ قائم ہو جس میں علوم حاضرہ کی مکمل تعلیم کا انتظام ہو چنانچہ انہی حضرات کے اصرار پر ۱۵ شوال ۱۳۸۳ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۶۴ء علماء کرام وعوام کی موجودگی میں دارالعلوم امجدیہ سے متعلق ایک درسگاہ کا افتتاح کیا گیا جس میں بفضلہٖ تعالیٰ علماء وعوام نے دامے۔ درمے۔ سخنے۔ قدمے حسبِ توفیق حصہ لیا اسی موقع پر ایک منتظمہ کمیٹی کی تشکیل بھی کی گئی جس کا اہتمام حضرت شیخ الحدیث مدفیوضہ کے سپرد کیا گیا اس درسگاہ کا نام دارالعلوم قادریہ رضویہ تجویز ہوا۔ ناچیز کو شعبۂ تعلیمات کا مکمل اختیار دیکر اس درسگاہ کے لئے مامور کردیا گیا۔ عوائق پیہم کے باوجود بعونہ تعالیٰ یہ تعلیمی سال بحسن وخوبی مکمل ہوا۔ یہاں بھی یہی دیکھا کہ جس طرح دوسرے مسائل دریافت کئے جاتے ہیں اذان پنجگانہ واذانِ خطبۂ جمعہ اور اقامت کے بارے میں بھی اکثر وبیشتر دریافت کئے جاتے ہیں دراصل ان مسائل کی بار بار تفتیش اس لئے کی جاتی ہے کہ کچھ کم سمجھ لوگ ایسی مترجم کتبِ احادیث لوگوں کو دکھا کر گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں جن میں بعض احادیثِ مبارکہ کے بالکل غلط ترجمے کئے گئے ہیں۔

بھولے بھالے ناواقف لوگ ان کا انکار نہیں کر سکتے اور نہ ان کو یہ حق پہنچتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ علمائے حق کی طرف بار بار رجوع کرنا پڑتا ہے تا کہ حق واضح ہو جائے۔
ناچیز نے ان سب حالات کے پیش نظر عوام کی زحمتوں کو دور کرنے کی پوری سعی کی ہے اور ان احادیث، تفاسیر و فقہی عبارتوں کا صحیح ترجمہ و مفہوم واضح طور پر بیان کیا ہے اور کتاب کی افادیت کی غرض سے ان کے علاوہ دیگر ایسے ضروری مسائل بھی تحریر کئے ہیں جن سے ۹۹ فی صد لوگ ناواقف ہیں۔ جویانِ حق کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ یہ کتاب پوری معاون ہو گی مگر ضد اور ناانصافی کا کوئی علاج نہیں۔

میں نے ہر مسئلہ کو حتی المقدور پوری وضاحت سے بیان کرنے کی سعی بلیغ کی ہے پھر بھی اگر کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو سنی حنفی صحیح العقیدہ علمائے کرام و مفتیان عظام کی طرف رجوع کر کے اس کی وضاحت کر لی جائے اور ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے جو بتوفیقِ الٰہی ان مسائل کو پڑھیں سمجھیں اور ان پر عمل پیرا ہوں تو اس ناچیز و حقیر و فقیر، سراپا تقصیر کے حق میں صلاح و فلاحِ دارین کی دعاء کریں خصوصاً حسنِ خاتمہ و حسن عاقبت و عافیت اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ افضل الصلوٰۃ و ازکی السلام کی شفاعت کی۔

راجی رحمت

ابوالظفر غلام یٰسین قادری امجدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مری منتہائے نگارش یہی ہے ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

اللہ خـالـق الاشيـاء فـالـق الـحب والنوىٰ منور الارض و السـمـاء مـضيئ الملوين له الحمد و الثناء وافضل الصلوة و اطيـب السلام علی سيد الانبياء اذبعث فينا مزكياو معلما وَعَلٰی آله وصحبه وعلى سائر علماء امته اجمعين امابعد!

تمہید

اللہ تبارک وتعالیٰ نے شجر و حجر، بحر و بر، خشک وتر، غرضیکہ کائنات کی ہر چیز کو خواہ وہ عالم بالا کی ہو یا تحت الثریٰ کی کسی نہ کسی حکمت کے تحت پیدا فرمایا ہے کوئی چیز عبث اور بے مقصد خلق نہیں فرمائی گئی۔ جب یہ امر بالاتفاق مسلّم ہے تو آیئے ہم سب مل جل کر سوچیں کہ آخر باری تعالیٰ نے ہم انسانوں کو کیوں پیدا فرمایا؟ ہماری تخلیق کی کیا حکمت ہے؟ ہمیں عالم ارواح سے عالم اجساد کی طرف جسم وروح کے ساتھ کیوں منتقل فرمایا اور مال ومنال، جاہ وجلال، علم وکمال اور دل ودماغ کی بے بہا پونجی سے کیوں مالا مال فرمایا؟ ارض وسماء کے ہر ہر ذرے کو کیوں ہمارا خدمت گذار بنایا؟ لاکھوں کروڑوں بلکہ ان گنت دیگر احسانات و اکرامات سے نواز کر ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ ''اور بیشک ہم نے بنی نوع انسان کو اپنی ساری مخلوقات پر فضیلت بخش دی۔(پ۱۵ع۷)

کیا مالک کریم جل شانہ کو ہماری تخلیق کی کوئی حاجت تھی؟ یا کسی قسم کی مجبوری کہ جس سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرتا ہو اور اپنی مجبوریوں کو دُور کرتا ہو۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس نے انسان کو اگر عالمِ ارواح سے عالمِ اجساد کی طرف منتقل فرمایا۔ دولت وثروت، شوکت وحشمت، فضل وعلم، قلب وفہم جیسے گراں مایہ انعامات عطا فرمائے اور کائنات کے

ذرّے ذرّے کو خدمت گذار بنایا تو محض اس لئے کہ ہمیں جانچے کہ ہم میں سے کون ان انعامات کو پا کر اس کی بارگاہِ بے نیاز کی طرف رجوع کرتا ہے یعنی کون ہم میں سے اس کی عبادت واطاعت کی جانب راغب ہوتا ہے اور کون سرکشی و بے وفائی کا مرتکب ہوتا ہے۔ جب اس نے ہم پر ان گنت احسانات فرمائے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس محسن حقیقی کی یاد سے کبھی غافل نہ رہیں اس کے اوامر ونواہی سے روگردانی اور سرکشی نہ کریں بلکہ ہمیشہ اس کی پاک یاد سے ہمارا دل لبریز اور زبان ثناء گوئی سے زمزمہ سنج رہے۔

ذکر وفکر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم تارک الدنیا ہو کر کسی تنگ وتاریک غار میں جا بیٹھیں۔ ہمارا اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا بلکہ مزہ تو جب ہے کہ دنیا کے شور وغل اور قیامت خیز ہنگاموں میں گھرے رہیں لیکن اپنے خالق ومالک کی یاد سے کبھی ایک لمحہ اور ایک آن کے لئے بھی غافل نہ رہیں۔ دراصل عبادت واطاعت کا یہی مفہوم ہے اور اسی چیز کو اللہ تبارک وتعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے۔

بزرگ ترین انسان کا مقصدِ تخلیق

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (پ ۲۷ ع ۲)

''یعنی میں نے جن وانسان کو سوائے اپنی عبادت کے کسی اور مقصد کے لئے پیدا نہیں فرمایا'' اس ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ جن وانسان کی تخلیق اور ان کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ صرف اپنے خالق ومالک کی اطاعت وعبادت کریں۔

عبادت وعبودیت کے معنی درحقیقت انتہائی خشوع وخضوع اور اپنی ذلّت وعاجزی اور بندگی کے ظاہر کرنے کے ہیں تو آیت کریمہ کا یہ مفہوم ہو جائے گا کہ میں تمہارا خالق ہوں صرف میری ہی وہ ذات ہے جس کے سامنے تم انتہائی حاجت مندی اور خشوع وخضوع کا اظہار کرو تمہارے پیدا کرنے کا محض یہی مقصد ہے اور کچھ نہیں۔

یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ رسولِ پاک صاحب لولاک ﷺ کی اطاعت

بھی حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت ہے جیسا کہ قرآن مجید فرقانِ حمید نے اپنے پاکیزہ الفاظ میں یوں بیان فرمایا

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ ۵ ع ۵)

(ترجمہ) جس نے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی

اور دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (پ ۵ ع ۵)

(ترجمہ) اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اور ان کی جو تم میں سے امر والے ہیں یعنی وہ مسلم علماء و امراء و حکام جو شرع کے موافق حکم دیں ان کی اطاعت واجب ہے اور جو اس کے خلاف حکم دیں ان کی اطاعت واجب نہیں جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا۔

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

(ترجمہ) خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں۔۱۲

اور قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (پ ۵ ع ٦)

(ترجمہ) ''ہم نے ہر ایک رسول کو اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں کی فرمانبرداری کی جائے''۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے اور اسی طرح حاملینِ شریعت امر والوں (حاکموں) کی اطاعت بھی لازم ہے۔ اور اطاعتِ رسول ﷺ درحقیقت اطاعتِ خدا ہی ہے حتیٰ کہ قرآن مجید میں ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا گیا ہے

وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (پ ۲۸ ع ۴)

(ترجمہ) اور جو کچھ رسول پاک ﷺ تمہیں دیں اسے لو اور جن چیزوں سے منع فرمائیں باز آ جاؤ"۔

اس آیت کریمہ میں صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ رسول پاک ﷺ جو کچھ بھی عطا فرمائیں خواہ قولاً ہو یا فعلاً یا تقریراً یعنی آپ کے سامنے صحابہ کرام میں سے کسی نے کوئی فعل کیا ہو اور آپ کی طرف سے اس پر کوئی ممانعت نہ ہوئی ہو یہ سب کچھ رسولِ پاک ﷺ کا عطیہ ہے جسے اپنانا لازم اور نہایت ضروری ہے۔ خود رسول پاک ﷺ نے اپنی زبان وحی ترجمان سے ارشاد فرمایا ہے۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ

(ترجمہ) "کہ میرے اور میرے خلفاء راشدین" ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین" کے طریقوں کو خوب مضبوطی سے پکڑے رکھو"۔ اب ہمیں اپنا مقصدِ حیات معلوم ہو گیا کہ ہم کس لئے پیدا کیے گئے ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

ہمارا عبدیت کا دعویٰ

ہم بڑے فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندے اور رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں مگر جب اطاعت کا معاملہ آتا ہے تو دست و پا جواب دیدیتے ہیں اور ہمت ہار کر میدان چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ جب ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول اللہ ﷺ کا غلام کہتے ہیں تو ہم پر اپنے پروردگار اور نبی مختار ومحبوب کردگار ﷺ کی اِطاعت فرض ہو جاتی ہے جس کے بغیر عبادت وعبد کا لفظ ہرگز شرمندۂ معنیٰ نہیں ہوتا اور بات حقیقت واصلیت سے کوسوں دُور ہو جاتی ہے۔

ہماری عبدیت کا تقاضا

ہماری عبدیت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے گھر میں بیوی بچوں یا ماں باپ، بھائی بہنوں، اعزاء واقارب، مسجد و مدرسہ، خانقاہ وگزرگاہ، کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول مقبول ﷺ کو نہ بھولیں اسی طرح اپنے دوست و احباب میں جا بیٹھیں تو اللہ و رسول ﷺ کو نہ بھولیں اگر کسی سے لین دین کریں تو بھی اللہ و رسول ﷺ کو نہ بھولیں۔ اگر بے محنت و مشقت کچھ ناجائز رقم ملے تو اس وقت بھی اللہ و رسول ﷺ کو ہرگز نہ بھولیں۔ اس وقت نقصان برداشت کر لینا انتہائی درجہ کی عبودیت و بندگی ہو گی غرضیکہ ہم خلوت میں ہوں یا جلوت میں اگر ایسی چیز پر قادر ہو جائیں جو اللہ و رسول ﷺ کے فرامین کے صراحۃً خلاف ہو تو کوئی دیکھے یا نہ دیکھے یہ پورا پورا اعتقاد ہونا چاہیئے کہ ہمارا خالق و مالک ضرور دیکھ رہا ہے زمانہ کی ہر چیز سے چھپ جانا ممکن ہے مگر اس سمیع و بصیر، علیم و خبیر سے چھپ جانا غیر ممکن ہے۔ اسی طرح اس کے رسول مقبول ﷺ سے بھی کچھ اوجھل نہ رہ سکے گا بلکہ آپ کے علم میں بھی ہماری ساری کرتوت ضرور لائی جائے گی۔ لہٰذا ہمیں اللہ اور اس کے رسول سے شرماتے اور ڈرتے ہوئے اس بغاوت و نافرمانی سے منہ موڑ لینا انتہائی ضروری ہوگا اسی چیز کا نام ذکر الٰہی اور خوف خدا ہے جس کی طرف قرآن مجید یوں اشارہ فرماتا ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ ۲۸ ع ۱۲)

(ترجمہ) ''کہ جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور خوب اللہ کی یاد کرو اس امید پر کہ تم فلاح پا جاؤ''۔

یوں تو بفضل خدا اگر ہم چاہیں تو زندگی کا ہر ہر لمحہ عبادت الٰہیہ بن سکتا ہے۔ ہمارا چلنا پھرنا، کھانا پینا، ملنا جلنا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، کہنا سننا، حتیٰ کہ فضاء میں سانس لینا بھی عبادتِ الٰہیہ میں داخل ہو سکتا ہے۔

ع زندگی خود ہی عبادت ہو اگر ہوش کریں

اس عبادت عامہ کے باوجود اسلام نے چند دیگر عبادتیں مخصوص طریقوں پر مامور فرمائی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید نے متفرق جگہوں میں اپنے مخصوص انداز کے اندر بیان فرمایا

ہے لیکن رسول پاک صاحب لولاک حبیب لبیب دلوں کے طبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے انہیں یکجا یوں ارشاد فرمایا ہے۔

اسلام کی بنیاد

الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وانّ محمّدا عبده ورسوله واقام الصّلوٰة وايتاء الزّكوٰة وحجّ البيت وصوم رمضان .

(بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۱۲)

کہ عمارتِ اسلام کے پانچ ارکان ہیں ''اوّل'' اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ''دوم'' نماز قائم کرنا ''سوم'' زکوٰۃ ادا کرنا ''چہارم'' حج بیت اللہ اور ''پنجم'' ماہ رمضان کے روزے رکھنا''۔

یہ پانچوں ارکان اسلام الگ الگ خاص خاص مقصد کے لئے قائم فرمائے گئے ہیں۔

نماز دین کا ستون ہے

اس وقت زیر بحث اسلام کے پانچوں ارکان میں سے دوسرا رکن نماز ہے جو تمام عبادات سے اہم ترین اور عظیم الشان عبادت ہے حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔

الصلوٰة عماد الدين فمن اقامها فقد اقام الدين و من تركها فقد هدم الدين.

''کہ نماز دین اسلام کا ستون ہے جس نے اسے قائم کیا بیشک اس نے دین قائم کیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا بیشک اس نے اپنے دین کو گرا دیا۔

ظاہر ہے کہ کوئی عمارت بغیر ستون کے قائم نہیں رہ سکتی اور نہ کھڑی ہو سکتی ہے کیونکہ عمارت کا دارومدار محض ستونوں ہی پر ہوتا ہے ستون سے مراد وہ چیز ہے جس پر عمارت قائم رہتی ہے اگر اسے ہٹا دیا جائے تو عمارت قائم رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ساری

عمارت کا حلیہ بگڑ کر رہ جائے گا۔ جسے کھنڈر تو کہا جا سکتا ہے مگر عمارت نہیں اسی طرح عمارتِ اسلام میں سب ارکان سے اہم اور ضروری رکن نماز ہے جسے عماد "ستون" فرمایا گیا ہے۔ گویا اسلام کا سارا دارومدار اسی پر ہے اگر کوئی اسے چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنے اسلام کو گرا دیتا ہے پھر اسے عذاب الٰہی سے بچنے کی کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہتی جہاں وہ پناہ لے سکے اسی لئے پیارے رسول مقبول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ من ترک الصلوة متعمدًا فقد کفر جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص نے نماز دیدہ و دانستہ چھوڑ دی بیشک وہ عذاب اللہ کا مستحق ہو گیا۔ اسی مضمون کو ایک دوسری جگہ واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔

الفرق بین العبد و الکفر ترک الصّلوٰة (مشکوٰة)

"کہ بندۂ مومن اور کافر میں اگر کوئی فرق ہے تو یہی نماز کا چھوڑ دینا ہے"۔

یعنی بندۂ مومن نماز قائم رکھتا ہے اور کافر اس کے نزدیک سے بھی نہیں گزرتا۔ لہٰذا وہ مستحق عذاب ٹھہرا دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ شرعی اور اسلامی زندگی بغیر نماز کے ممکن ہی نہیں ہے۔ آج کل اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو نماز پنجگانہ میں سے ایک یا دو پڑھ کر اپنے آپ کو آزاد سمجھنے لگتے ہیں۔ جیسے دوسری نمازیں ان پر فرض ہی نہیں اور جب کبھی بات نکلتی ہے تو اپنی اس ایک یا دو نمازوں کا تذکرہ کر کے نمازیوں (کی صف) میں شامل ہونے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کی نگاہوں میں اچھے بنتے ہیں۔ حالانکہ ایسا شخص ہرگز نمازی نہیں۔ بلکہ بے نمازی ہے نیز ایسے شخص کو شریعتِ مطہرہ نے فاسق و فاجر اور مستحق عذاب بتایا ہے۔ قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ (پ ۳۰ ع ۳۲)

کہ "ویل و عذاب ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں

یعنی ترک کر دیتے ہیں اور ان کے لئے جو دکھاوا کرتے اور ان لوگوں کے لئے جو معمولی معمولی برتنے کی چیزوں سے لوگوں کو منع کر دیا کرتے ہیں‘‘۔

یہ ان لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے جو نماز چھوڑ دیا کرتے تھے اور اپنے اعمال میں دکھاوے کا عنصر غالب رکھتے تھے۔ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس کی سختی سے خود جہنم پناہ مانگتا ہے۔

نماز انسان کے ذمہ قرض کی طرح ہے

نماز فریضہ خدا ہے جب تک ادا نہ کر لیا جائے سبکدوشی نہیں ہوتی۔ کہا جاتا ہے۔ اَلْفَرْضُ کَالْقَرْضِ کہ جو چیز انسان کے ذمہ فرض ہوتی ہے مثل قرض کے ہے جس طرح قرض بغیر ادا کئے کوئی شخص بری الذمہ نہیں ہوتا اسی طرح فرض بھی ادا کئے بغیر انسان سبکدوش نہیں ہوتا اور جس طرح قرض خواہ کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ قرضدار سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرے اور قرضدار طاقت رکھتے ہوئے بھی اگر ادا نہ کرے گا تو عقلاً ونقلاً ہر طرح سزا کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح نماز بھی فریضہ خدا ہے کہ قدرت ہوتے ہوئے بھی ادا نہ کرے گا تو عِنْدَ النَّاسِ مستحق زجر وتوبیخ اور عند اللہ مستحق عذاب ہوگا۔ انسان گناہوں کا پتلا ہے اس سے قدم بقدم لغزشیں سرزد ہوتی ہیں۔ ان سے محفوظ رہنے کا واحد علاج یہی ہے کہ اس فریضۂ خدا کو فریضۂ خدا جانے اور جان و دل سے اسے اپنا لے۔ کسی وقت ذرا بھی تساہل نہ کرے تو یقین جانئے سارے گناہ اور ساری معصیتیں خود بخود چھوٹ جائیں گی اور نہایت آسانی سے خدا کی عبادت میں سارا وقت گزرنے لگے گا۔

گناہوں سے بچنے کا واحد علاج

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (پ۲۱ع۱)

’’کہ بے شک نماز فحش باتوں اور نازیبا حرکتوں سے باز رکھتی ہے‘‘

اور حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ ایک روز نبی کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم باہر تشریف لے گئے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ موسم خزاں پورے شباب پر تھا آپ ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے اور دست اقدس سے ایک درخت کی دو ٹہنیاں صرف پکڑ لیں جس سے بے شمار پتے جھڑنے لگے پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا:

ان العبد المسلم لیصلی الصلوۃ یرید بھا وجہ اللہ فتھافت عنہ ذنوبہ کما تھافت ھذا لورق عن ھذہ الشجرۃ (رواہ احمد، مشکوٰۃ ص ۵۸ ج ۱ کتاب الصلوٰۃ)

کہ بیشک بندۂ مومن جب اللہ کے لئے نماز پڑھنے لگتا ہے تو اس کے سارے گناہ جھڑنے لگتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے

دوسری حدیث پاک میں یوں وارد ہوا ہے کہ قال رسول اللہ ﷺ ارأیتم لو ان نھرا ببباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ھل یبقی من درنہ شئ قالو الا یبقی من درنہ شئ قال فذلک مثل الصلوت الخمس یمحو اللہ بھن الخطایا (بخاری و مسلم مشکوٰہ ص ۵۷ ج ۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے پیارے صحابہ سے استفسار فرمایا کہ بتاؤ تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے نہر گزرتی ہو اور وہ شخص دن میں پانچ مرتبہ ہر روز اس میں غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل باقی رہ سکے گا؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا ہرگز نہیں تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا یہ مثال اس شخص کی ہے جو پانچوں وقت فریضۂ خدا ادا کرتا ہے وہ گناہوں کے میل سے بالکل پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

قرآنِ مجید کی آیت مقدسہ اور حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے پتہ چلا کہ جو لوگ نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں ان کے کئے ہوئے گناہ معاف اور آئندہ کے لئے سدِ باب ہو جاتا ہے۔

انسان کی پوری زندگی نیک بنانے کے لئے نظام الاوقات مقرر فرمایا گیا

انسان کی پوری زندگی صالح اور نیک بنانے کے لئے خداوند قدوس نے ایک مقرر نظام الاوقات مقرر فرمایا ہے۔ اس نظام الاوقات کی دین حنیف میں بڑی اہمیت ہے۔ ایمان کے بعد اسی پر عمل کرنے کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اسی پر اسلام کی پوری عمارت قائم کر دی گئی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اگر یہ ارکان "ستون" نہ ہوں تو یہ عمارت قائم ہی نہ رہ سکے گی ان میں سے ایک رکن بعد ایمان نماز ہے جو سب ارکان سے مقدم ہے۔ قرآن پاک نے اسے مقررہ اوقات میں فرض کیا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْ مِنِیْنَ کِتَابًا مَوْقُوْتًا (پ ۵ ع ۱۲)

"بے شک نماز مومنوں پر وقت بوقت فرض ہے"

پانچ وقت نماز قرآن پاک میں

دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا ہے:

فَسُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ (پ ۲۱ ع ۵)

کہ تم لوگ صبح و (شام) مغرب و عشاء۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو اور اس کے لئے حمد ہے آسمانوں اور زمینوں میں اور ظہر و عصر کے وقتوں میں بھی

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے دن رات میں پانچ وقت نمازیں پڑھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقت آنے پر نماز ادا کی جائے گی اس سے قبل جائز نہیں۔ اگر چہ بظاہر اس آیت میں لفظ صلوٰۃ "نماز" نہیں لیکن قرآن پاک اس صلوٰۃ کو کہیں تسبیح اور کہیں قرآن اور کہیں رکوع و سجود سے تعبیر کرتا ہے جس طرح پوری نماز کو ۲ رکعت یا ۴ رکعت کہا جاتا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے

اَقِیْمُو الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنِ (پ ۲۱ ع ۶ دوم)

"کہ تم لوگ نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ"

یہاں صراحۃً نماز قائم رکھنے کا حکم فرمایا گیا اور چھوڑنے کو اشارۃً کافر و مشرک بے ایمان کا فعل بتایا گیا۔ اسی لئے اقامتِ صلوٰۃ کے بعد فوراً مشرک ہونے کی ممانعت فرمائی گئی اس لئے کہ نماز چھوڑنے والے کے متعلق ہمیشہ یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہیں معاذ اللہ کافروں میں نہ جا ملے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رسوائی و ذلت میں نہ پھنس جائے۔

ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ہرگز یہ پسند نہ کرے گا کہ کل قیامت کے دن اس کی رسوائی ہو اور وہ اسی گروہ میں شامل کر دیا جائے جو مستحق عذاب ہے۔

نمازی و بے نمازی گروہ

قیامت میں دونوں گروہ محض نماز کی وجہ سے الگ الگ کر دیئے جائیں گے۔

قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے

وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَھُمْ سَالِمُوْنَ (الخ پ ۲۹ ع ۱ قلم)

پوری آیت مقدسہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ لوگوں کو حکم فرمائے گا کہ تم لوگ مجھے سجدہ کرو تو فوراً حکم پاتے ہی نمازی لوگ سجدہ میں چلے جائیں گے۔ لیکن جو لوگ کہ باوجود آواز اذان سن لینے کے نماز ادا نہیں کرتے ہیں وہ بھی چاہیں گے کہ

سجدہ کرلیں مگر قادر نہ ہوں گے اس لئے کہ ان کی پشت تانبے کی طرح سخت ہو جائے گی۔ یہ ایک عجیب وغریب عالم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک نمازی بندے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے سر بسجود ہوں گے لیکن بدچلن بے نمازی مجرموں کی طرح آنکھیں نیچی کئے پریشانی کے عالم میں کھڑے رہ جائیں گے۔ فرمانبردار اور نمازی کو جنت میں داخلہ مل جائے گا جنھیں ہمیشہ کے لئے آرام وچین نصیب ہوگا اور نافرمان و بے نمازی کو جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔

خداوندِ قدوس ہر مسلمان کو قیامت کی رسوائی سے بچائے "آمین" وہ لوگ جو اذان کی آواز سن کر اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے اور ایسے اہم فریضہ کو بلاوجہ محض سستی و کاہلی سے چھوڑ دیتے ہیں غور کریں کہ آخر ان کی یہ حرکت کس قدر نازیبا اور یہ کتنا احمقانہ طریقہ ہے کیا سچ مچ ایمان کے بعد ترکِ نماز کی اسلام میں بلاوجہ شرعی کوئی گنجائش ہے؟ امید کامل ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ان باتوں پر باطمینان قلب غور وفکر کرے گا کہ ترکِ نماز ضعفِ ایمان کی ظاہر و باہر دلیل ہے اور اگر پڑھی بھی تو ہمارے دل سے پوری چاہت اور کامل رغبت کو قلب میں آنے ہی نہ دیا کیا ایسا شخص اپنے گناہوں کی وجہ سے خدا کی پاک زمین پر بوجھ نہیں؟

ایک مرتبہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا

العهد بيننا وبينهم الصلوٰة فمن تركها فقد كفر (ترمذی، نسائی، ابن ماجه مشكوٰة ج ۱ ص ۵۳)

"کہ منافقوں اور ہمارے درمیان معاہدہ یہ ہے کہ وہ نمازیں پڑھیں جو شخص نماز چھوڑ دے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ اور اس سے ہمارا تعلق چھوٹ جائے گا اور اس کا کافر ہونا ظاہر ہو جائے گا"۔

اسلام میں جماعت بندی کا حکم

یہ نماز ہر عاقل و بالغ مسلمان پر انفرادی حیثیت سے فرض عین ہے لیکن اس کی ادائیگی کے لئے انفرادی حیثیت محبوب نہیں بلکہ جماعت کی قید لگا دی گئی ہے اور حقیقت تو یہ

ہے کہ ہر ایسے کام میں اسلام نے جماعت بندی کا حکم دے کر انسانی زندگی کے الجھے ہوئے گیسوؤں کو شانہ عطا فرما دیا جس میں تمام گتھیاں سلجھانے کی پوری پوری قوت موجود ہے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (پ ۴ ع ۱)

''کہ تم لوگ اللہ کی رسی کو جماعت بندی کر کے خوب مضبوطی سے تھام لو اور بکھرو نہیں''

اس آیت مقدسہ سے معلوم ہوا کہ سب لوگ متحدو، متفق، ہم سطح و ہم خیال، یکساں و مساوی اور مجتمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہوں۔ الگ الگ چاہے کوئی کتنا ہی کام کرتا ہو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اگر اہمیت کسی چیز کی ہے تو محض اللہ کے لئے جماعت بندی کی چنانچہ اسلام کے بتائے ہوئے جملہ امور میں اس جماعت بندی کا پورا پورا ایک حسین نظارہ ہے اس کے بغیر اسلامی زندگی ادھوری رہ جاتی ہے۔

یہ ایک اصولی بات ہے کہ کسی نظام کا حسن وقبح اس وقت تک معلوم ہی نہ ہو سکے گا۔ جب تک اس پر اجتماعی حیثیت سے عمل نہ کیا جائے۔ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ نے اپنے پیارے صحابہ کو جماعت بندی کا سبق دیا اور اس بات کو صحابہ نے خوب اچھی طرح سمجھا، یاد کیا، اور اس پر عمل کر کے ساری دنیا پر چھا گئے۔ مخالفین اسلام کے قلوب پر نظامِ اسلام کا کچھ ایسا سکہ بیٹھ گیا کہ انہیں یہ اعتراف کرنا ہی پڑا کہ اسلام نے جو نظام پیش کیا ہے آج تک دنیا کا کوئی مذہب نہ پیش کر سکا لیکن آج کا مسلمان اس کی اجتماعی خوبیوں سے بالکل بے بہرہ اور یکسر ناواقف ہے ہر شخص الگ الگ بجائے خود اپنے آپ کو قائد و امیر اور امام تصور کرتا ہے اور اپنے آپ کو ایک جماعت میں منسلک کر کے کسی ایک قائد کے ماتحت دیکھنا اپنی سخت ترین ذلت محسوس کرتا ہے اور وہی اپنی امارت و قیادت کے شیطانی وسوسوں کے پیش نظر دوسروں کو اپنا ہم خیال و ہم آواز بنا کر ڈیڑھ اینٹ کی اپنی الگ مسجد بنالیتا ہے ایسے لوگ درحقیقت اسلام کے بدترین دشمن ہیں انہیں اللہ کی پاک

زمین پر رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ جماعت سے الگ ہو جاتے ہیں وہ اسلام سے الگ ہو جاتے ہیں۔

پنجگانہ نماز باجماعت کی اہمیت

اس اجتماعی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے اسلام نے نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ ۲۴ گھنٹے میں ۵ مرتبہ مسلمان خانہ خدا میں اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کے دکھ و درد سے واقفیت حاصل کرتے رہیں اور اس طرح ہمدردی بڑھتی چلی جائے اور باہمی تعلقات کبھی منقطع نہ ہو سکیں نیز مسائل دینیہ میں باہمی مفاہمت کا اعلیٰ ذریعہ فراہم کر کے نجات اُخروی کا سبب مہیا فرما دیا گیا نماز باجماعت ادا کرنا سنت نبی رحمت ہے اس کے وجوب میں شک نہیں اس کے لئے اتنی تاکید فرمائی گئی ہے جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جماعت کے بغیر نماز ادا کرنے والے کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

جہاد کے وقت بھی باجماعت نماز

اس جماعت کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جہادِ فی سبیل اللہ کے وقت بھی نماز باجماعت ہی ادا کرنے کا حکم ہے۔ حالانکہ یہ جہاد بذات خود اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عبادت ہے لیکن اس عبادت کے وقت بھی یہی تاکید ہے کہ نماز باجماعت ہونی چاہیئے اس نماز کو باجماعت ادا کرنے کی شریعت مطہرہ نے یہ صورت بتائی ہے کہ جب جنگ کا موقعہ ہو اور نماز کا وقت آیا ہو جائے تو ساری فوج کو دو ٹولیوں میں تقسیم کر دیا جائے پہلی ہتھیار باندھے امام کے پیچھے صرف نصف نماز ادا کرے اور دشمن کے مقابلے میں چلی جائے دوسری آئے اور وہ بھی اسی طرح مسلح ہی امام کے پیچھے نصف اخیر ادا کرے جب امام سلام پھیر دے تو بغیر سلام پھیرے دوسری ٹولی واپس اپنی جگہ چلی جائے۔ پھر پہلی

ٹولی آ کر نماز جیسے مسبوق لوگ ادا کرتے ہیں یعنی قرأت کے ساتھ پوری کر کے پھر اپنی جگہ دشمن کے مقابلہ میں جا کھڑی ہو۔ اب پھر دوسری ٹولی آئے اور نماز جیسے لاحق لوگ ادا کرتے ہیں یعنی بلا قرأت رکوع اور سجود کے ساتھ پوری کرے اور دشمن کے مقابلہ میں واپس چلی جائے اس موت وحیات ہار وجیت کی کشمکش میں بھی جماعت ترک کرنے کا حکم نہیں ہے۔ زمانۂ نبوی ﷺ کے منافقین جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے جماعت میں شریک ہونے پر مجبور تھے تاکہ ان کا غیر مسلم ہونا کھل نہ جائے اس لئے کہ نماز باجماعت ہی اسلام وکفر کے درمیان حدّ فاصل سمجھی جاتی تھی۔ اب نماز باجماعت ادا کرنے کے متعلق ارشاد پروردگار اور فرامین محبوب کردگار ملاحظہ فرمائیے اور درس عبرت حاصل کیجئے۔

نماز باجماعت کا حکم قرآن پاک وحدیث مقدس میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ

حدیث (۱) قال رسول اللہ ﷺ مامن ثلثة فی قریة ولا یدو لاتقام فیھم الصلوة الاقد استحوذ علیھم الشیطان فعلیک بالجماعة فانما یاکل الذئب القاصیة (رواہ احمد و ابوداؤد، نسائی مشکوة ج ۱ ص ۹۴)

رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی شہر یا گاؤں میں ۳ تین ہی شخص کیوں نہ ہوں نماز باجماعت ادا کرتے رہیں ورنہ ان پر شیطان غالب ہو جائے گا تو تم جماعت کو اپنے اوپر لازم کر لو دیکھو جماعت ”ریوڑ ہے“ الگ رہ جانے والی بکری کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جماعت سے الگ رہ جاتے ہیں ان پر شیطانی طلسم کا پورا پورا اثر ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ کہیں کوئی بے ایمان

اسے اپنے جیسا بنا کر عذاب اللہ کا ہمیشہ کے لئے لقمہ نہ بنا دے۔

حدیث (۲) من سمع المنادی فلم یمنعه من اتباعه عذر قالوا وما العذر قال خوف اومرض لم تقبل منه الصلوٰة التی صلی (مشکوٰة ج ا ص ۹۶)

کہ جس نے اذان کی آواز سنی اور کوئی عذر مانع نہ ہوا۔ سوال کیا گیا کہ کس قسم کا عذر فرمایا خوف عدو یا مرض تو ایسی صورت میں اگر اس نے نماز پڑھی بھی تو اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائے گا۔

غور فرمایئے کہ یہ نماز درجہ قبولیت پر فائز نہیں ہوگی محض اس لئے کہ اس نے اذان سن کر بلاوجہ جماعت میں شرکت نہ کی۔

حدیث (۳) قال رسول اللہ ﷺ لاتوخر الصلوٰة لطعام ولا لغیره (مشکوٰة ج ا ص ۹۶ شرح السنة)

کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کی وجہ سے نماز با جماعت میں دیر نہ کرو۔

اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جب بھوک پیاس بول و براز کی شدت نہ ہو تو یونہی ہنسی مذاق اور دیگر امور غیر ضروریہ کی وجہ سے جماعت چھوڑ دینا جائز نہیں۔

حدیث (۴) ان عمر بن الخطاب فقد سلیمان بن ابی حثمه فی الصلوٰة الصبح وان عمرغدا الی السوق و مسکن سلیمان بین المسجد والسوق فمر علی الشفاء ام سلیمان

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صبح کی جماعت میں سلیمان بن ابو حثمہ کو نہ پایا۔ نماز کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازار تشریف لے گئے۔ راستہ میں حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کا گھر پڑتا تھا ان کی والدہ محترمہ

فقال لها لم ارسليمان في الصبح فقالت انه بات يصلي فغلبت عيناه فقال عمر لانی اشهد في الصلوٰة الصبح في جماعة احب الى ان اقوم ليلة (مشكوٰة ج ۱ ص ۹۷)

حضرت شفاء کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ نماز میں میں نے سلیمان کو نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا رات بھر نماز پڑھتے رہے صبح کو ان کی آنکھ لگ گئی حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے نزدیک نماز صبح کی جماعت میں حاضر ہونا رات بھر نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

حديث(۵)قال رسول الله ﷺ من شهد العشاء في جماعة كان له قيام نصف ليلة ومن صلى العشاء والفجر في جماعة كان له قيام ليلة (ترمذی)

کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عشاء کی جماعت میں حاضر ہوا اس کے لئے نصف شب قیام کا ثواب ہے اور جو عشاء و فجر جماعت سے ادا کرے اس کے لئے کامل شب کا اجر ہے۔

حديث(۶)قال رسول الله ﷺ من صلى اربعين يوما في جماعة يدرك التكبير الاولى كتب له براء تان براء ة من النار و براء ة من النفاق "ترمذی"

رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے چالیس روز تک نماز باجماعت اس طرح ادا کی کہ تکبیر اولی نہ چھوٹی تو اس کے لئے دو رہائیاں ہیں۔ ایک دوزخ سے دوسری نفاق سے۔(ترمذی)

باجماعت نماز پنجگانہ سنن الہدیٰ میں سے ہے اور جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دے گا گمراہ ہو جائے گا

حدیث(۷) قال من سرہ ان یلقی اللہ غدا مسلما فلیحافظ علی ھذہ الصلوۃ الخمس حیث ینادی بھن فان اللہ شرع لنبیکم سنن الھدی وانھن من سنن الھدی ولوانکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المختلف فی بیتہ لترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم وما من رجل یتطھر فیحسن الطھور ثم یعمد الی مسجد من ھذہ المساجد الاکتب اللہ لہ بکل خطوۃ یخطوھا حسنۃ ورفعہ بھادرجۃ وحط عنہ بھا سیئۃ ولقد راءیتنا ومایختلف عنھا الامنافق معلوم النفاق ولقد کان الرجل یوتیٰ بہ یھادی ر بین الرجلین حتی یقام فی الصف(مسلم مشکوٰۃ ج ا ص ۹۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے بحالت اسلام ملنا پسند ہو اسے چاہیئے کہ جب اذان دی جائے پانچوں نمازوں کی حفاظت کرتا رہے بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سنن الہدیٰ مشروع فرمائی ہے اور بیشک یہ نماز باجماعت انہیں سنتوں میں سے ہے اگر تم لوگ یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کر لیا کرو گے ’’جماعت میں بلاوجہ شریک نہ ہو گے جیسا کہ منافق اپنے گھر میں وقت جماعت ٹالدیا کرتے ہیں تو ضرور تم سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کی سنت چھوٹ جائے گی اور ضرور تم گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص بہترین طریقہ سے وضو کر کے مسجد کی طرف اقدام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ایک نیکی درج فرماتا ہے اور ہر قدم پر ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ ہم

میں سے سوائے کھلے منافق کے نماز باجماعت سے دوسرا کوئی شخص پیچھے نہیں رہتا اور ایک شخص (مریض) ایسا بھی صف میں لا کھڑا کیا جاتا جو دو شخصوں کے کندھوں کے سہارے آتا۔

جو لوگ بلا وجہ جماعت ترک کرتے ہیں ان کے گھر آگ لگا دینے کے قابل ہیں

حدیث (۸) قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لقد هممت ان امر بحطب فیحطب ثم آمر بالصلوٰۃ فیوذن بھا ثم آمر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الی رجال وفی روایۃ لایشھدون الصلوۃ فاحرق علیھم بیوتھم (بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۹۵)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اس ذات واجب الوجود کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں نے قطعی ارادہ کرلیا ہے کہ لکڑیاں جمع کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم دوں تو نماز کے لئے اذان دی جائے اور میں ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز کے لئے جماعت میں حاضر نہیں ہوتے ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

صف اول کی فضیلت حدیث پاک میں

اذان کی آواز سنتے ہی نماز باجماعت کے اشتیاق میں مسجد کو آنا اور صف اول میں جگہ حاصل کرنا بلکہ اگر ممکن ہو تو امام کی پیٹھ کے پیچھے رہنا زیادتی ثواب و رحمت کا باعث

ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صف اول پر درود بھیجتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کی اور دوسری صف پر تو دوبارہ یہی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صف اول پر درود بھیجتے ہیں لوگوں نے پھر عرض کی اور دوسری صف پر اے اللہ کے رسول تو فرمایا اور دوسری پر بھی اور فرمایا صفوں کو برابر اور منڈھوں کو مقابل کر لیا کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جایا کرو اور کشادگیوں کو بند کر لیا کرو۔ کیونکہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے یعنی وسوسوں سے نماز خراب کرتا ہے۔ اس حدیث پاک سے چار باتیں جو بالکل کھلی ہوئی ہیں معلوم ہوئیں۔

(۱) جماعت کی صف اول میں جگہ حاصل کرنا

(۲) صفوں کو صحیح معنی میں سیدھی رکھنا جیسا کہ ایک اور حدیث میں وارد ہوا کہ صفوں میں کجی نہ رکھو ورنہ تمہارے قلوب میں کجی پیدا ہو گی۔

(۳) نہایت رحمدلی سے ایک دوسرے کے ساتھ پیش آنا کسی کو ہرگز ہرگز ایذا نہ پہنچنے دینا۔

(۴) صف بندی کرتے وقت خوب اچھی طرح ملکر کھڑا ہونا تا کہ شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہیں اور اس بات کا ثبوت دینا کہ ہم سب مسلمان ایک ہیں یہ جو کچھ بھی ہے سب مسلمان نمازیوں کے لئے سراپا رحمت اور زیادتی اجرت کے اسباب مہیا کئے گئے ہیں۔

اب جبکہ آپ کو نماز با جماعت کا حکم اور اس کی خوبیاں اور بلا وجہ شرعی ترک کے قبائح اور اس کی وعیدیں اچھی طرح معلوم ہو چکی ہیں تو تنہا اور با جماعت نماز کے قدرے تفصیلی مسائل اذان واقامت کے بعد ملاحظہ فرمائیے۔

اذان کے متعلق تفصیلی معلومات

اذان ونماز میں باہمی ربط

اذان ونماز میں شریعت مطہرہ نے کچھ ایسا ربط قائم فرمایا ہے کہ اس کے بغیر عنداللہ نماز پسندیدہ نہیں اور اسی لئے ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جیسے فقہاء کرام کی اصطلاح میں مکروہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایمان باللہ وبالرسالۃ، روزہ ماہ رمضان، حج بیت اللہ اور ادائے زکوٰۃ یہ سب عبادتیں وہ ستون ہیں جن پر اسلام کی عظیم الشان عمارت قائم ہوتی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک کے لئے بھی سوائے فریضہ نماز کے اعلان (اذان) مشروع نہیں فرمایا گیا۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ نماز باجماعت میں وہ جملہ اوصاف وفوائد بدرجہ اتم موجود ہیں جو الگ الگ دیگر عبادتوں میں رکھے گئے ہیں بلکہ قادر مطلق نے جس قدر اس میں فلاح و بہبود رکھی ہے دوسروں میں بہت کم ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس عبادت عظمیٰ کے واسطے باقاعدہ بڑے اہتمام کے ساتھ پہلے اذان (اعلان جماعت) مقرر فرمائی گئی تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ شریک نماز ہو کر دین ودنیا کے منافع حاصل کر سکیں تو جس نے اس اعلان کو سن کر لبیک کہا نجات پا گیا اور جس نے کاہلی اور بے اعتنائی برتی اسے نقصان برداشت کرنا ہوگا۔

اذان کا ثبوت قرآن کریم سے

قرآن کریم میں ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا

(ترجمہ) اس سے بہتر کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے اور نیک کام کرتا ہے۔

اذان کے لغوی معنی

اذان کے لغوی معنی تو ہیں مطلق اعلان اور خبردار کرنے کے جیسا کہ قرآن کریم

میں وارد ہوا ہے ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُھَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ (پ ۱۲ ع ۲) (ترجمہ) پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا۔ اے قافلہ والو! تمہیں چور ہو۔ اور (ردالمحتار ج ا ص ۳۵۵) میں ہے ھو لغۃ الاعلام قال فی القاموس اذنہ الامر وبہ اعلمہ کہ اس کے لغوی معنی خبردار کرنے کے ہیں۔ صاحب قاموس نے قاموس میں لکھا ہے اذنہ الامر وبہ بولا جاتا ہے جس کا مفہوم اعلم ہے یعنی خبر پہنچا دو ہے اور المنجد میں ہے الاذان الاعـــلام بـــالامـــر کہ اذان کے لغوی معنی خبردار، اطلاع پہنچانے کے ہیں۔ اذان اسم مصدر ہے۔ تفعیل کے چھ اسماء مصادر میں سے یہ فعال کے وزن پر ہے اور اسی وزن پر سلام اور کلام بھی آیا ہے۔ نوادر الاصول شرح فصول اکبری شرحاً و متناً۔ معلوم ہوا کہ اذان بمعنی تاذین ہے جو متعدی ہے لازم نہیں۔ اور صراح باب اذان ص ۴۹۲ میں ہے۔ اذان آگاہی دادن، اذان الصلوۃ بانگ نماز۔

اذان کے شرعی معنی

اور شریعت کی اصطلاح میں مخصوص طریقہ پر مخصوص الفاظ میں صرف نماز کے لئے اعلان کرنے کا نام اذان ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے یہ صرف فریضہ پنجگانہ اور جمعہ کے لئے مشروع ہے۔ یہ اذان سنت موکدہ قریب بواجب ہے بلکہ بعض کے نزدیک تو واجب ہے اسی لئے قرون اُولیٰ اسے لے کر اب تک کسی سے کسی وقت بھی اس کا ترک ثابت نہیں نہ صحابہ کرام سے نہ تابعین عظام سے اور نہ تبع تابعین ذوی الاحترام وغیرہ سے۔

حضور ﷺ نے ایک بار اذان دی اور اشھد انی رسول اللہ فرمایا

اس اذان کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے خود حضور پر نور ﷺ نے اذان کہی جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ذکر فرمائی ہے انــہ صــلـی اللہ علیہ

وسلم اذن مرۃ فی سفر فقال فی تشھدہ اشھد انی رسول اللہ کہ ایک مرتبہ سفر میں حضور علیہ نے اذان کہی اور کلمات شہادت کے وقت یوں فرمایا۔اشھد انی رسول اللہ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک میں اللہ کا رسول ہوں فقہاء کرام نے اذان کو شعائر دینیہ کے اہم ترین شعار میں شمار کیا ہے۔

ترک اذان پر جہاد

یہاں تک کہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لو اجتمع اھل البلدۃ علی ترکہ قاتلتھم علیہ ولو ترکہ واحد ضربتہ وحبستہ ''کہ اگر اہل شہر اس کے ترک پر اتفاق کر جائیں تو میں ان سے اس بناء پر جہاد کروں گا اور اگر کسی ایک فرد نے اسے ترک کیا تو میں اسے سزا دوں گا اور قید کر دوں گا

اذان کہاں مشروع ہوئی؟

چند حدیثوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اذان مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل ہی مشروع ہوگئی تھی اس میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ طبرانی نے یوں نقل کی ہے۔

(۱) انہ لما اسری بالنبی علیہ اوحی اللہ الیہ الاذان ومنزل بہ فعلمہ بلالا. (طبرانی)

کہ جب نبی علیہ کو معراج کرائی جا رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اذان وحی فرمائی پھر وہی اذان ''بعد ہجرت'' جب نازل کی گئی تو نبی علیہ نے حضرت بلال بن رباح کو سکھائی۔

(۲) ان جبرئیل امر النبی علیہ بالاذان حین فرضت الصلوٰۃ (دارقطنی)

کہ بیشک حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اس وقت ہی اذان کی درخواست کی تھی جب نماز فرض ہوئی تھی۔

یہ امر بالاتفاق مسلم ہے کہ نماز مکہ معظمہ میں فرض ہوئی تھی لہٰذا ان حدیثوں سے اذان کی مشروعیتِ قبل از ہجرت معلوم ہوتی ہے۔

اور بزاز نے یوں نقل کیا ہے۔

(۳) لما اراد اللہ ان یعلم رسولہ الاذان اتاہ جبریل بدابۃ یقال لھا البراق فرکبھا فقال اللہ اکبر اللہ اکبر الخ

کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اذان سکھانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل کو ایک سواری دیکر بھیجا جسے براق کہا جاتا ہے تو نبی ﷺ نے سوار ہوکر اللہ اکبر اللہ اکبر پوری اذان کہی۔

لیکن حق تو یہ ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کے مقابلہ میں صحاح ستہ کے اندر جو حدیثیں منقول ہیں ان کثیر احادیث کی یہ سب حدیثیں معارض ہیں لہٰذا یہ حدیثیں قابل قبول نہیں ہیں۔ اور اگر صحیح بھی مان لی جائیں تو اس سے عوام کے لئے مشروعیت ثابت نہ ہوگی بلکہ سفر معراج سے پہلے محض برکت کی خاطر کلمات اذان زبان سے ادا کرانا ثابت ہوگا۔ جیسا کہ ردّ المختار ج ا ص ۲۵۶ میں ہے۔

فیمکن انہ علمہ لیاتی بہ فی ذلک الموطن ولا یلزم مشروعیتہ لاھل الارض

کہ حضور سید عالم ﷺ کی امت کیلئے حکم اذان نافذ کرنا مقصود نہ تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کلمات اذان ”برائے برکت“ اپنی زبان سے کہیں

اذان کی ضرورت

جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ منورہ تشریف لائے تو شروع شروع میں نمازیں بغیر اذان کے ادا کی گئیں اور دیکھا گیا کہ بعض لوگ جماعت سے پیچھے رہ جاتے ہیں تو اذان کی ضرورت محسوس کی گئی چنانچہ سرکار دوعالم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورۃً فرمایا کہ کوئی ایسی چیز مقرر کردینی چاہیئے جس سے لوگوں کو وقت کا علم ہو جایا کرے تا کہ جماعت میں سب لوگ بلا تاخیر شریک ہوسکیں۔

اذان کے بارے میں صحابہ کرام کے مختلف مشورے

اس پر کچھ لوگوں نے ناقوس "گھنٹہ" اور کچھ لوگوں نے قرن "نرسنگھا" اور بگل استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن یہ سب آراء نا قابل قبول سمجھی گئیں اس لئے کہ نرسنگھا یہود کا شعار تھا اور آگ مجوس کا اور گھنٹہ عیسائیوں کا یہ لوگ اب بھی اپنی عبادتوں کے اوقات میں یہی استعمال کیا کرتے ہیں اس خوف سے مذکورہ بالا اشیاء کو اپنایا نہ گیا کہ کہیں اپنا وقت ان لوگوں سے نہ جاٹکرائے اور اس طرح مسلمانوں کو تعلیم وقت کے بجائے تحصیق نہ ہو جائے البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک نہایت صائب مشورہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا اور وہ یہ تھا الصلوۃ جامعہ کہہ کر لوگوں کو اطلاع دینی چاہیئے۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اے بلال تم الصلوٰۃ جامعہ "نماز تمہیں اکٹھا کرنے والی ہے" کہہ کر ندا دیا کرو۔ لہٰذا پنجگانہ کے لئے اسی لفظ سے ندا دی جانے لگی مگر اس کی مشروعیت نہ ہوتی تھی بلکہ اس سے محض اتنی اطلاع مقصود تھی کہ اب وقت نماز آ پہنچا ہے۔

اب آپ ان مختلف مشوروں کے متعلق اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت فاروق اعظم کی رائے صائب تھی

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما	کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
قَالَ کان المسلمون حین	سے مروی ہے کہ جس وقت مسلمان
قدموا المدینۃ یجتمعون	ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے اور
فیتحینون للصلوۃ ولیس یُنادی	فریضہ نماز کے لئے اب تک کسی قسم کی
بھا بعد فتکلموا فی ذلک	منادی نہ ہوتی تھی تو ایک روز صحابہ کرام
فقال بعضھم اتخذوا مثل ناقوس	رسول پاک ﷺ کی خدمت میں جمع ہو
النصاریٰ وقال بعضھم قرنا مثل	کر اطلاع وقت کیلئے کچھ مقرر کرنے

قرن الیهود فقال عمر اولا تبعثون رجلا ینادی بالصلوٰة فقال رسول الله ﷺ یا بلال قم فناد بالصلوٰة (بخاری و مسلم باب الاذن)

لگے تو ان میں سے بعض نے تو کہا نصاریٰ کے گھنٹہ کی طرح ہمیں بھی ایک گھنٹہ بنا لینا چاہیے اور انہیں میں سے بعض نے کہا یہود کی طرح نرسنگھا استعمال کیا جائے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہ کسی ایسے شخص کو کھڑا کر لیا جائے جو نماز کے لئے "الصلوٰة جامعة" سے ندا دیا کرے تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اے بلال اٹھو اور الصلوٰة جامعة کے لفظ سے ندا دو۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ کس حد تک درست تھا جس کی تائید نبی ﷺ نے بلال کو حکم دے کر فرمائی لیکن اس کے بعد بھی اس بارے میں مجالس مشاورت منعقد ہوتی رہیں ایک اور مجلس میں حضور نے کچھ ارادہ فرمایا کہ ناقوس بجانے کی اجازت دیدی جائے مگر فیصلہ نہ فرمایا مجلس ادھوری بات پر برخواست ہو گئی۔

حضرت عبداللہ انصاری کا خواب میں مکالمہ

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ پیش پیش تھے۔ انہیں اس بات کا ہر وقت سب سے زیادہ فکر رہا کرتا تھا کہ ہمارے اوقات عبادت کا اعلان کسی طرح جلد از جلد باقاعدہ ہونے لگے۔ چنانچہ اسی فکر میں ایک شب سوئے تو ایک اجنبی شخص کو خواب میں دیکھا کہ ناقوس لئے جا رہا ہے اسے مخاطب فرما کر یوں مکالمہ شروع کیا۔

حضرت عبداللہ بن زید............اے اللہ کے بندے کیا اپنا ناقوس بیچو گے؟

اجنبی۔ تم اسے حاصل کر کے کیا کرو گے؟

حضرت عبداللہ بن زید۔ ہم اس سے اپنی نمازوں کے اوقات کا اعلان کیا کریں گے۔

اجنبی۔ اگر میں اس اعلان کے لئے ناقوس سے بہتر چیز بتادوں تو کیا تم قبول کرو گے؟

حضرت عبداللہ بن زید۔ کیوں نہیں۔؟

اذان کی مشروعیت بذریعہ خواب

اجنبی اچھا تو جو الفاظ میں کہوں یاد کر لو اور انہیں سے اعلان کیا کرو۔ پھر یوں کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اور اقامت ''تکبیر'' کے لئے حی علی الفلاح کے بعد دوبار قدقامت الصلوۃ اور اس طرح پوری اذان و اقامت کہہ کر سنائی اتنے میں صبح صادق نمودار ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اس خواب کا تذکرہ کیا تو سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا خواب بالکل صحیح اور وحی ربانی کے مطابق ہے تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور کلمات اذان جس طرح تم نے سنے ہیں انہیں تھوڑا تھوڑا بتاؤ اور وہ اپنی زبان سے کہتے جائیں اس لئے کہ بلال بنسبت تمہارے بہت بلند آواز ہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات اٹھے اور سرکار دوعالم ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق بتاتے جاتے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کہتے جاتے اسی اثنا میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کانوں میں یہ آواز پہنچی تو جلدی سے سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی بخدا میں نے ایسا ہی خواب میں دیکھا ہے تو سرکار دوعالم ﷺ نے فللّٰہ الحمد فرما کر ان کی بھی تائید فرمائی چنانچہ مشکوۃ ج اص ۵۹ میں پوری حدیث یوں مذکور ہے۔

عن عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہم قال لما امر رسول اللہ ﷺ بالناقوس یعمل لیضرب بہ للناس لجمع الصلوٰۃ الخ

کہ عبداللہ بن زید بن عبدربہ سے مروی ہے کہ کہا جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس کا حکم فرمایا تھا تا کہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا جا سکے۔ پوری حدیث کا ترجمہ اوپر گذرا۔

اذان سب سے پہلے فجر کی ہوئی

اس حدیث پاک میں کچھ آگے چل کر فلما اصبحت کا لفظ بھی راوی نے ذکر کیا ہے جس سے واضح ہوا کہ سب سے پہلے نماز فجر کیلئے اذان کہی گئی۔

دوسری حدیث مقدس میں یوں وارد ہوا ہے۔

عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بن عبداللہ بن زید رای رجلا نزل من السماء علیہ ثوبان اخضران فقال علی جذم حائط فاذن اللہ اکبر . اللہ اکبر (طحاوی باب الاقامت ص ۶۵)

کہ عبدالرحمٰن بن ابولیعلی سے مروی ہے کہ بیشک عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا آسمان سے اترا اور ایک دیوار کی جڑ میں کھڑا ہو کر یوں اذان دی اللہ اکبر اللہ اکبر

تیسری حدیث شریف میں یوں الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

فقال رؤیا حق القھا علی بلال فانہ اندی منک صوتا فالقیتھا علیہ فقام فقال علی اعلی سطح فی المدینۃ فجعل یؤذن ودلیلہ قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ (الخ طحطاوی ص ۱۸۴)

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا درست خواب ہے۔ بلال کو سکھا دو اس لئے کہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں تو میں نے انہیں اذان سکھا دی جب وہ سیکھ چکے تو مدینہ میں ایک نہایت اونچی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دینے لگے اس اذان کی دلیل فرمان خدا ہے کہ اے

ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے
لئے ندا دی جائے۔ (آخر تک)

ان حدیثوں سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ سرکار دو عالم ﷺ جب مکہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اذان شریعت مطہرہ میں رائج کی گئی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انسانی شکل میں نمودار ہوکر سکھائی۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خدمت اقدس میں حاضر ہونے سے قبل ہی وحی ربانی آ چکی تھی۔

اذان کا مقصد وحید

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کی اجازت نہ فرمائی گئی کیونکہ وہ پست آواز تھے بلکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نظر انتخاب میں آئے جس کی وجہ سرکار نے خود ہی بیان فرما دی کہ بلال بن رباح بڑے بلند آواز ہیں اذان کے لئے بلندی آواز نہایت ضروری ہے ورنہ مقصد اذان فوت ہو جائے گا۔ اور لوگوں کو دخول وقت اور جماعت کی اطلاع کما حقہ نہ ہو سکے گی۔ حالانکہ اذان کی مشروعیت کا اصل مقصد یہی ہے کہ لوگوں کو دخول وقت و جماعت کی پوری پوری خبر ہو جایا کرے اس لئے حکم ہے کہ اذان وہ شخص دے جو بلند آواز ہو اور صحیح تلفظ ادا کرتا ہو اور اگر سرے سے اذان ہی نہ کہی گئی۔ یا کہی گئی لیکن آہستہ آہستہ تو ان دونوں صورتوں میں شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ دوبارہ کہی جائے۔ ورنہ نماز میں نقص پیدا ہوگا بایں معنی کہ ثواب میں کمی واقع ہوگی جسے فقہاء کرام کی اصطلاح میں مکروہ کہا جاتا ہے اذان کے معنی ہی اعلان نماز کے ہیں جو خاص اسی لئے ایجاد فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ آج سے تقریباً ساڑھے نو سو برس قبل حامی مذہب نعمانی ابوحنیفہ ثانی حضرت العلام الشیخ ابوالحسن احمد بن نجم القدوری البغدادی علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ''المختصر القدوری'' ہے یہ کتاب بڑی بابرکت اور عظیم الشان ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ مصیبت وقحط سالی کے وقت لوگ اسے پڑھا کرتے تھے تو مالک کریم اس کی برکت سے

مصیبت وقحط سالی دور فرما دیا کرتا تھا۔ اس کتاب کی یوں تو بہت سی شرحیں لکھیں گئیں۔ لیکن ان میں سے سب سے زیادہ نفع بخش صرف دو شرحین ثابت ہوئیں۔ ایک کا نام جوہرہ نیرہ ہے جو حضرت العلام ابوبکر بن علی المعروف بالحذادی العبادی نے تقریباً ۸۰۰ھ میں لکھی تھی اور دوسری شرح اللباب" ہے جسے سید عبدالغنی الشہیر الغنیمی المیدانی نے لکھی جو کہ حضرت العلام الامام محمد امین بن العابدین علیہ الرحمۃ مصنف ردالمختار کے شاگرد رشید ہیں چنانچہ اللباب میں علامہ غنیمی فرماتے ہیں۔

اذان کی مشروعیت صرف پنجگانہ و جمعہ کیلئے

الاذان سنة مؤكدة للرّجال للصّلوات الخمس و الجمعة دون ماسواها کہ اذان صرف نماز پنجگانہ اور جمعہ کے لئے سنت موکدہ ہے جو فقط مرد دے سکتے ہیں "عورت خنثی، مجنون اور فاسق نہیں" اور طحاوی شریف ص ۶۵ باب الاقامت میں ہے۔

عن انس بن مالک قال کانوا قد ارادوان یضربو ابالناقوس وان یرفعوا نارا الاعلام الصلوة حتی رأی ذالک الرجل تلک الرؤیا	کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے اعلان نماز کی خاطر ناقوس اور آگ بلند کرنے کا ارادہ کیا تھا یہاں تک کہ اس شخص "عبداللہ بن زید" نے خواب مذکور بالا دیکھا۔

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اذان محض نماز پنجگانہ اور جمعہ کے لئے مشروع ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور نماز کے لئے نہیں قرآن مجید نے بھی اذا نودی للصلوة ترجمہ: جب نماز کے لئے ندا دی جائے اور اذا نادیتم الی الصلوة (ترجمہ: جب پکارو تم (لوگوں کو) نماز کی طرف) ارشاد فرمایا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اصل میں نماز ہی کے لئے اذان مشروع ہوئی۔

اذان پنجگانہ و جمعہ کے علاوہ چند اور اذان مسنون و مستحب ہے

اس سے یہ ہرگز نہ خیال کیا جائے کہ اذان پنجگانہ و جمعہ کے علاوہ اور اذانیں حرام و ناجائز ہیں بلکہ پنجگانہ و جمعہ کے علاوہ کئی ایسے مقام ہیں جہاں علماء اعلام نے مستحب و مندوب ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۵۲ھ ۱۸۳۶ء ج اص ۳۵۷ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ شعر

سن الأذان لست قد نظمتهم	في نظم شعر فمن يحفظهم انتفعا
فرض الصلوة وفي آذان الصغير وفي	وقت الحريق وللحرب الذى وقعا
خلف المسافر والغيلانان إن ظهرت	فاحفظ لسنة من الدين قد شرعا
زيدت اربعة ذوهم وغضب	ومسافر ضل في قفرومن صرعا
ومن ساء خلقه من انسان اوبهيمة	قيل وعند انزال الميت القبرا

(ترجمہ) اذان کے مسنون مواقع میں نے نظم میں بیان کئے ہیں جو انہیں یاد رکھے گا نفع حاصل کرے گا۔ فرض نماز اور بچوں کے کانوں میں اور آگ لگنے کے وقت اور جنگ کے لئے اگر واقع ہو۔ مسافر کے پیچھے اور شیطانوں کے لئے اگر نظر آئیں۔ یہ سب سنتیں یاد کرو۔ جو نبی کریم ﷺ نے مشروع فرمائیں اس کے علاوہ چار اور زائد کی گئی ہیں غم والے اور غضب والے کے لئے اور مسافر کے لئے جو میدان میں گم ہو جائے۔ اور مرگی والے کیلئے اور جس کے اخلاق برے ہوں خواہ انسان ہو یا جانور اور کہا گیا کہ جب میت کو قبر میں اتار دیا جائے یعنی دفن کے بعد۔

مقصد اذان کے پیش نظر بیرون مسجد اذان مشروع ہوئی

جب آپ نے اذان کا مقصد پوری طرح ذہن نشین کر لیا کہ اذان کو شریعت مطہرہ میں لانے کی غرض ہی یہ ہے کہ نماز کے وقت کا اعلان ہوتا رہے جسے دور و نزدیک کے

سبھی لوگ سنیں اور فریضہ خدا با جماعت ادا کرنے کے لئے مسجد میں جمع ہو جایا کریں۔ اس غرض کو معلوم کرنے کے بعد ہر ذی عقل یہی کہے گا کہ اذان مسجد کے بیرونی حصے میں ایسی جگہ کہی جانی چاہیئے جہاں سے آواز دور دور تک پہنچے۔ اگر اندرون مسجد اذان کہی جائے تو نہ اس کا مقصد حاصل ہوگا اور نہ ہی سنت پر عمل۔

اذان بیرون مسجد کے سلسلہ میں چند احادیث وتفاسیر

چنانچہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ اذان مسجد کی چھت پر یا مسجد سے متصل والی چھت پر ہوا کرتی تھی یا پھر مسجد کے بیرونی دروازہ پر اس بارے میں چند احادیث وتفاسیر و فقہ کی عبارتیں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں ملاحظہ فرمایئے۔

اذان جمعہ حضور ﷺ اور صحابہ کبار کے عہد میں صرف ایک تھی

(۱) عن الزهری عن السائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعة اوله اذا جلس الامام علی المنبر علی عهد النبی ﷺ وابی بکر وعمر فلما کان وعثمان و کثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء قال ابوعبدالله الزوراء موضع بالسوق بالمدینة.

(بخاری ج ۱ ص ۱۲۴)

حضرت امام زہری سائب بن یزید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اذان اول (اذان خطبہ) اس وقت ہوتی تھی جبکہ امام زمانہ نبی ﷺ میں منبر پر بیٹھ جاتا اور زمانہ ابوبکر وعمر میں بھی اسی طرح ہوتی لیکن جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو انہوں نے تیسری اذان کا زوراء پر اضافہ کر دیا ابوعبداللہ (امام بخاری)

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زوراء مدینہ
کے بازار میں ایک جگہ ہے (جو مسجد
نبوی کے قریب تر ہے)

فائدہ: اذان واقامت دونوں کو ندا (اذان) سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے علاوہ اور احادیث کریمہ میں بھی دونوں کو اذان کہا گیا ہے اسلئے کہ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ یعنی اعلانِ نماز فقہاء کرام صرف فرق یہ بتاتے ہیں کہ اذان غائبین کی اطلاع کے لئے مشروع ہے اور اقامت حاضرین کے لئے اسی لئے اذان بیرون مسجد بلند آواز سے کسی اونچی جگہ کہی جانی چاہیئے۔ اور اقامت اندرون مسجد کچھ پست آواز سے۔ اس طرح مذکور بالا حدیث پاک میں (۱) اذان خطبہ جمعہ (۲) اقامت (۳) اذان قبل اذان خطبہ جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جاری فرمایا۔

عہد نبوی وابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ سے لیکر عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک صرف دو اذان یعنی اذان خطبہ اور اقامت پر جمعہ کی نماز کے لئے اکتفا کیا جاتا تھا اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اذان خطبہ سے قبل ایک اذان کا اضافہ فرمایا تو یہ سب ملکر تین اذانیں ہوگئیں۔ جس کو حدیث بالا میں ذکر کیا گیا یہ اذان ترتیب کے لحاظ سے تو پہلی ہے لیکن اضافہ کے لحاظ سے تیسری کہی گئی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیرون مسجد "زوراء" پر اذان اول کا اضافہ فرمایا

(۲) علی دار له يقال لها الزوراء. عینی شرح بخاری بحواله طبرانی ج۳ ص ۲۸۱

کہ جمعہ کی اذان اول ایک مکان پر ہوتی تھی جو حضرت عثمان ہی کا مکان تھا اس کو زوراء کہا جاتا تھا۔

(۳)عن السائب بن یزید ان الاذان کان اولہ حین یجلس الامام علی المنبر یوم الجمعۃ فی عھد النبی ﷺ وابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما فلما کان خلافۃ عثمان رضی اللہ عنھما و کثر الناس امر بالاذان الثالث ھو الاوّل جعلہ ثالثاً باطلاق الاذان علی الاقامۃ (ابو داؤد)

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زمانہ نبوی ﷺ اور دور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما و بارک وسلم میں امام جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھ جاتا اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو تیسری اذان کا حکم فرمایا جو آج پہلی اذان کہی جاتی ہے اور (حدیث) میں اس اذان کو تیسری اذان سے اسلئے تعبیر کیا گیا کہ اقامت کو بھی اذان کہا جاتا ہے۔

(۴)قال بن سعد بالسند الی ام زید بن ثابت کان بیتی اطول بیتی حول المسجد فکان بلال یوذن فوقہ من اوّل ما اذان الی ان بنی رسول اللہ ﷺ مسجدہ فکان یوذن بعد علی ظھرا لمسجد وقد رفع لہ شئ فوق ظھرہ (رد المختار ج ا ص ۳۵۶)

ابن سعد رضی اللہ عنہ نے ام زید بن ثابت کی طرف منسوب کر کے فرمایا کہ مسجد نبوی کے اردگرد مکانوں میں سب سے زیادہ میرا مکان لمبا تھا تو حضرت بلال اس کے اوپر پہلے دن سے اذان کہنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی مسجد تعمیر فرمائی تو حضرت بلال اس کے بعد مسجد کی چھت پر اذان کہتے تھے اور اذان کہنے کے لئے اس کی چھت کے اوپر تھوڑی سی بلندی کر دی گئی تھی یعنی چبوترا سا بنا دیا گیا تھا۔

(۵)اخرج الجماعة الا مسلماعن السائب بن يزيد قال كان النداء يوم الجمعة اوله اذا جلس الامام على المنبر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكروعمر فلما كان عثمان	سوائے مسلم کے ایک پوری جماعت (محدثین) نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے فرمایا کہ پہلی اذان جمعہ کے دن اس وقت کہی جاتی جب امام عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما میں منبر پر بیٹھ جاتا اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا
واكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء فتح القدير ج ا ص ۲۵۵ لابن الهمام المتوفى ۸۶۰ھ	دور خلافت آیا اور لوگ بڑھ گئے تو مقام زوراء پر ایک تیسری اذان کا اضافہ فرمادیا۔

ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اذان اول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جاری کی تھی چنانچہ عینی شرح بخاری شریف ج ۳ ص ۲۹۰ میں ہے۔

فلما كانت خلافة عمر رضى الله عنه كثر المسلمون امر موذنين ان يوذنو بالجمعة خارج المسجد حتى يسمع الناس الاذان	جب خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور مسلمان بڑھ گئے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دو موذنوں کو حکم فرمایا کہ مسجد کے باہر اذانیں دیں کہ لوگ سن سکیں۔

اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ اذان خارج مسجد کے باہر ایسی جگہ کہنا چاہیئے جہاں سے لوگ خوب اچھی طرح سن سکیں اسی لئے مقام زوراء پر اذان کہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۶۵ میں علامہ علاء الدین علی بن محمد ابراہیم جنہوں نے اپنی اس کتاب کو رمضان المبارک ۷۲۵ھ میں اب سے چھ سوانسٹھ ۶۵۹ برس قبل مکمل کی ہے فرماتے ہیں۔

والزوراء موضع سوق المدينة قريب من المسجد و قيل كان مرتفعا كالمنارة

کہ زورا مدینہ منورہ میں ایک جگہ تھی جو مسجد نبوی کے قریب ہی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بلند جگہ منارہ کی طرح تھی۔

اور حاشیہ جلالین ص ۴۶۰ میں یوں مذکور ہے۔

والمراد بهذا النداء الاذان عند قعود الخطيب على المنبر لا نه لم يكن في عهد رسول الله ﷺ نداء سواه فكان له موذن واحد اذا جلس على المنبر اذن على باب المسجد فاذا نزل اقام الصلٰوة ثم كان ابو بكر و عمرو على بالكوفة على ذالك حتى كان عثمان و كثر الناس وتبا عدت المنازل زاد اذا تا آخر فامر بالتاذين اولا على داره التي تسمى الزوراء فاذا سمعو اقبلوا حتى اذا جلس على المنبر اذن الموذن ثانيا ولم يخالفه احد في ذلك

کہ مراد اس ندا سے وہ اذان ہے جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد ہوتی ہے اس واسطے کہ اس اذان کے ماسوا سرکار کے زمانہ اقدس میں کوئی دوسری اذان نہ تھی سرکار کا ایک ہی موذن تھا۔ جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو یہ موذن مسجد کے دروازے پر اذان دیا کرتا تھا اور جب خطبہ دیکر منبر اقدس سے نیچے اترتے تو اقامت کہتا بالکل اسی طرح حضرات ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں رہی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور لوگ بہت زیادہ تعداد میں ہو گئے اور ان کی رہائش گاہیں مسجد سے دور دراز ہو گئیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

الوقت لقوله علیه السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدی

نے ایک اور اذان زائد کر دی اور لوگوں کو حکم فرمایا کہ اذان اول زوراء پر کہی جائے۔ جولوگ اذان سن لیتے تو آ جاتے یہاں تک کہ جب خطیب منبر پر بیٹھ جاتا تو دوسری اذان ہوتی۔ اس وقت کسی نے بھی ان کی مخالفت نہ کی اس لئے کہ سرکار کا فرمان ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنتوں کو تھامے رکھنا۔

ان عبارتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اذان باہر ہی ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس کی غرض و غایت محض یہ ہے کہ لوگوں کو نماز کے اوقات کی اطلاع ہو جایا کرے۔ اسی کے ماتحت ایک اور اذان کا اضافہ کر دیا گیا۔ چنانچہ اب سے پانچ سو اناسی برس قبل علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری المتوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۰ میں روایت کرتے ہیں۔ فلما کان عثمان جعل من یوذن علی الزوراء وھی کالصومعة

ترجمہ: کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو موذن کو مقام زوارء پر اذان کہنے کا حکم فرمایا جو منارہ کی مثل تھا۔

اذان بیرون مسجد کے ثبوت میں چند عبارات کتب

اب آپ فقہاء کرام کے ارشادات گرامی ملاحظہ فرمایئے کہ آخر یہ لوگ اس کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام کمال الدین محمد بن ہمام عبدالواحد الاسکندری المتوفی ۸۶۵ھ اب سے تقریباً سوا پانچ سو برس قبل اپنی کتاب فتح القدیر ج ا ص ۲۵۱ باب الجمعہ میں تحریر فرماتے ہیں جن کے متعلق علماء کرام نے فرمایا ہے۔ انه بلغ رتبة الاجتهاد کہ بیشک وہ تو اجتہاد کے مرتبہ پر پہنچ گئے تھے۔

(۱) وهو ذكر الله في المسجد ای فی حدوده الكراهة الاذان في داخله

خطبہ جمعہ خدا کا ایسا ذکر ہے کہ مسجد یعنی حدود مسجد میں ہوتا ہے اس لئے کہ اذان (خطبہ) مسجد کے اندرونی حصہ میں مکروہ ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اذان باہر ہی ہونا چاہیے۔ اگر کوئی حدود مسجد میں اذان کہے گا تو یہ مکروہ ہوگا۔

(۲) کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ ج اص ۱۷۱ پر یوں ہے۔

قالوا لا يوذن في المسجد

کہ علماء کرام نے فرمایا کہ اذان مسجد میں نہ کہی جائے

(۳) عالمگیری یہ ایک اجماعی کتاب ہے جسے اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ کے تقریباً سو علماء وفضلا کو جمع کر کے فرمایا تھا کہ مل جل کر ایک ایسی کتاب لکھیں۔ جو تمام مسائل حنفیہ متفقہ یا پر بالاتفاق پر مشتمل ہو چنانچہ یہ کتاب انہیں کے حکم سے اب سے ۲۶۶ برس سے بھی پہلے لکھی گئی جس کی ج اص ۱۵۵ میں ہے۔

وينبغى ان يوذن على المئذنة اوخارج المسجد ولا يوذن في المسجد

کہ اذان منارہ پر دی جائے یا مسجد کے باہر اور مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔

نیز اسی کتاب کی ج اص ۵۵ میں یوں عبارت مرقوم ہے

لايوذن في المسجد والسنة ان يوذن في موضع عال يكون اسمع الجيرانه ويرفع صوته

کہ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے اور سنت طریقہ یہ ہے کہ ایسی بلند جگہ آواز بلند اذان دی جائے جہاں سے پڑوس والوں کو خوب اچھی طرح سنائی دے۔

(۴) غنیہ شرح منیہ ص ۳۵۷ پر علامہ ابراہیم حلبی المتوفی ۹۵۶ھ اب سے ۴۲۸ برس قبل فرماتے ہیں۔

الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد و الاقامۃ فی داخلہ	کہ جز ایں نیست کہ اذان مئذنہ پر ہو یا مسجد کے باہر۔ اور اقامت مسجد کے اندر

(۵) خزانۃ المفتیین فصل فی الاذان میں ہے

لا یوذن فی المسجد	کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

(۶) بحر الرائق شرح کنز الدقائق ص ۲۶۸ پر اب سے ۴۱۴ برس قبل علامہ زین ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۰ھ فرماتے ہیں۔

لا یوذن فی المسجد	کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے۔

(۷) فتاویٰ قاضیخان ص ۵۵ میں اب سے ۱۰۸۹ برس قبل امام فخر الدین حسن بن منصور المتوفی ۲۹۵ھ جو اکابر علماء متاخرین احناف میں سے ہیں فرماتے ہیں۔

لا یوذن فی المسجد	کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے۔

(۸) شرح نقایہ ص ۸۴ میں اب سے ۸۷۵ برس قبل علامہ عبدالواحد بن محمد سیرامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

فیـہ اشعـار بانـہ لا یوذن فی المسجد	کہ اس میں اس بات کی تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے۔

(۹) طحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۱ ص ۱۲۸ میں اب سے ۱۶۹ برس قبل علامہ احمد الطحطاوی المتوفی ۱۸۱۵ء ارشاد فرماتے ہیں۔

یکرہ ان یوذن فی المسجد	کہ مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔

نیز اسی کتاب کے ص ۸۷ میں یوں مذکور ہے۔

ینبغی ان یوذن علی المئذنۃ او خارج المسجد
کہ مناسب یہ ہے کہ اذان منارہ پر کہی جائے یا مسجد کے باہر

مسجد میں اذان کہنے کے لئے کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے

ان احادیث مقدسہ و تفاسیر مبارکہ اور اقوال فقہاء احناف سے پوری وضاحت ہوگئی کہ کوئی اذان خواہ خطبہٗ جمعہ کی ہو یا اس سے قبل والی یا پنجگانہ۔ مسجد کے اندر ہرگز نہ کہنا چاہیے اگر کوئی کہے گا تو وہ بدعت سیہٗ کا مرتکب ہوگا اس لئے کہ کبھی کسی وقت حضور سرور کائنات ﷺ سے مسجد کے اندر اذان ثابت نہیں ہے اور کوئی شخص ہرگز کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں کر سکتا اور اسی پر اجماع صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین ہے بلکہ مسجد کے اندر اذان کے لئے کھڑا ہونا خواہ لاؤڈ اسپیکر ہی کیوں نہ ہو مکروہ و ممنوع ہے اس لئے کہ مسجد میں اذان کے لئے کھڑا ہونا خلاف اجماع ہے۔ لہٰذا سنت صحابہ اور سنت تابعین وائمہ مجتہدین کو باقی رکھنے کے لئے لازم ہے کہ اذان کہنے کے لئے کھڑے بھی باہر ہی ہوں۔ ہاں اگر مسجد کے حجرہ میں مائیک رکھ کر وہیں سے اذان کہی جائے۔ تو یہ صحیح و درست ہے۔ اس لئے کہ مسجد کا حجرہ مسجد کے حکم میں نہیں۔

اذان خطبہٗ جمعہ کے متعلق مفصل معلومات

اذان خطبہ کا حکم

یہ جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے ساری اذانوں کے متعلق ہے کوئی بھی اذان اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ جمعہ کی پہلی اذان ہو یا خطبہ کی یا پانچوں وقت کی، سب کا از روئے شرع یہی حکم ہے۔

سنت سرکار ﷺ و صحابہ کبار چھوڑ کر رسم و رواج پر عمل گمراہی ہے

اذان خطبہٗ جمعہ کے بارے میں حال کے کچھ لوگوں نے اختلاف برپا کر رکھا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اذان خطبہ دیگر اذانوں کے حکم میں نہیں لہٰذا اندرون مسجد کہنا جائز

بلکہ بہتر ہے۔ مگر درحقیقت یہ بات بالکل بے بنیاد ہے ان کا دعویٰ بلا دلیل ہے جو قطعاً قابل قبول نہیں یہ لوگ مقام استدلال میں یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ بلاد اسلامیہ میں اس کا رواج پڑ گیا ہے لہٰذا یہی درست ہے لیکن نام نہاد بلاد اسلامیہ کی آڑ لینا ہرگز سودمند نہ ہوگا کیونکہ قرآن و تفاسیر۔ احادیث وفقہ کے واضح بیان ہوتے ہوئے رسم و رواج کو مقام استدلال میں پیش کرنا سخت بے انصافی اور گمراہی ہے۔

سب سے پہلے ہشام مروانی نے اذان خطبہ اندر کہلوائی

دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی کہی ہوئی بے بنیاد باتوں کو منوانے کی خاطر حضور پرُنور ﷺ اور صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین کی سنت کو چھوڑ کر ایک ظالم و جابر خلیفہ کے ڈالے ہوئے رواج پر دانستہ یا نادانستہ خود عمل کرتے ہیں اور دوسرے کو بھی حکم دیتے ہیں چنانچہ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ کتاب المدخل میں علامہ شمس الدین محمد بن محمد المعروف بابن امیر الحاج المتوفی ۸۷۹ھ جو صاحب فتح القدیر علیہ الرحمہ کے اجلہ تلامذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ہشام نے اندرون مسجد اذان کہنے کا رواج ڈالا اور عینی شرح بخاری میں بھی بعینہٖ یہی مضمون مرقوم ہے۔

ہشام مروانی کے مختصر کرتوت

یہ یزیدی ظالم خلیفہ جس کا نام ہشام بن عبدالملک بن مروان ہے۔ جو ۱۰۵ھ میں تخت حکومت پر بیٹھا اور ۱۲۵ھ تک مسلط رہا اپنے باپ دادا کی طرح یہ بھی اقتدار پسند، متکبر، اور اسلام کش تھا اس نے بڑی بے باکی سے قومی عصبیت و باہمی منافرت کو فروغ دیکر جہالت و بربریت ملک بھر میں پھیلا دی۔ اس ظالم دشمن اہلبیت نے حضرت امام زید بن علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو سولی دیکر شہید کرایا۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ نعش مبارک کو دفن نہ ہونے دیا اور اسی طرح سولی ہی پر کئی برس گزر گئے تن مبارک کے کپڑے بالکل گل

گئے تھے قریب تھا کہ بے ستری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم فرمایا اس نے جسم مبارک پر ایسا گہرا جالا تن دیا جو تہبند کی جگہ کام آیا جب یہ ظالم مر گیا تو نعش مبارک کو سولی سے اتار کر دفنایا گیا۔ رسول پاک ﷺ کو کسی صالح سیرت نے خواب میں دیکھا کہ امام مظلوم حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سولی سے اپنی پشت اقدس لگائے ہوئے کھڑے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے بیٹوں کے ساتھ یہ کچھ کیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

میرے دوستو! اور بزرگو!

رسول اکرم نور مجسم ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی سنتوں کو چھوڑ کر ایک ظالم کی سنت پر عمل کرنا کتنا صریح ظلم ہے اسی ظالم نے اذان خطبہ منبر کے برابر ۲/۴ ہاتھ کے فاصلہ پر دلوائی اور الناس علی دین ملوکھم کے مصداق لوگوں نے طوعاً و کرھاً قبول کیا اور بعد کے آنے والوں نے اپنے خلیفہ کے کارنامے کو باقی رکھنے کے لئے پوری طاقت سے اس کی حفاظت کی اور آج تک اس کے حمایتی اندرون مسجد اذان کہنے کی حمایت میں اپنے نامۂ اعمال کی طرح کئی کئی صفحات سیاہ کر ڈالتے ہیں۔ اب ہم ناظرین کرام کی مزید معلومات کے لئے بعینہ ایک فتویٰ درج کر کے اس کے غلط استدلال کا اظہار کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

اذان خطبہ کے بارے میں علماء دیوبند کا فتویٰ

خطبۂ جمعہ کی اذان مسجد کے اندر منبر کے سامنے جیسا کہ بلاد اسلام و حرمین شریفین میں رواج ہے ہونی چاہیے صاحب ہدایہ نے اس اذان کو بہیت مذکورہ سے توارث حرمین سے ثابت کیا ہے۔

واذا صعد الامام المنبر و جلس اذن المؤذنون بین یدی المنبر بذلک جری التوارث ولم یکن علی عھد رسول اللہ ﷺ الاھذا الاذان

یدیہ ویوذن ثانیا بین یدی الخطیب قال الثانی ای علی سبیل السنۃ کما یظھر من کلامھم اور عنایہ و کفایہ و مراقی الفلاح و طحطاوی میں اس اذان میں قیل عند المنبر مصرحاً مذکور ہے جس سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے فقہاء کا مطلب بین یدی سے یہی ہے کہ مسجد میں منبر کے قریب یہ اذان ہونا مسنون ہے پس اس کی مخالفت کرنا فقہاء حنفیہ کی مخالفت کرنا ہے۔ علامہ عینی نے صاحب ہدایہ کے قول بذلک جری التوارث کے تحت لکھا ہے ای من زمن عثمان پس جبکہ خلفاء راشدین کے زمانہ سے توارث اس کا اس طرح ثابت ہے تو پھر اس کے سنت ہونے میں کیا شبہ رہا لہٰذا مسنون یہی ہے کہ یہ اذان خطبہ جمعہ مسجد میں منبر کے قریب خطیب کے سامنے کہی جائے و اللہ اعلم
احقر محمد صابر نائب مفتی دار العلوم کراچی نمبر ا

الجواب صحیح
بندہ محمد شفیع عفی اللہ عنہ

علماء دیوبند کے غلط فتویٰ کی تردید مع تنقید

مذکورہ بالا عبارت میں جس قدر بھی استدلال کیا گیا ہے سب کے سب دُور از حقیقت ہے اسلئے کہ بین یدی المنبر او عند المنبر سے ہمارے فقہائے کرام کی عبارت کا یہ مطلب نکالنا کہ مسجد کے اندر منبر کے قریب اذان خطبہ ہونا مسنون ہے قطعاً کج فہمی اور خلاف واقع ہے۔

بین یدی کی علمی تحقیق

کیونکہ بین یدی اصطلاح عرب میں صرف سامنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے دور اور نزدیک کی اس میں کوئی قید نہیں ہوتی جس کے مقابلے میں خلف "پیچھے" استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (پ ۲۱ ع ۱۸)	کہ اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اوران کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔ ترجمہ: کنزالایمان

اسی طرح ایک اورجگہ اورارشادفرماتا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ کنزالایمان	کہ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہےاور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

ان دونوں آیتوں سے روزروشن کی طرح واضح ہوگیا کہ بین یدی کا معنی محض سامنےاورآگے کے ہیں تو جہاں کہیں کسی فقیہ یا محدث نے اذان بین یدی المنبر یا بین یدی الخطیب استعمال کیا ہے اس کے یہی معنی ہیں نہ یہ کہ مسجد کے اندر منبر کے قریب ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلہ پر۔

فقہاء کرام کے مقصد حقیقی سے کوسوں دور ہٹ کر اپنی خواہش کے مطابق ان کی عبارتوں کا مفہوم بیان کرنا صریح ظلم اور کھلا ہوا بہتان ہے۔

اذان خطبہ کی جگہ مسجد کا بیرونی دروازہ ہے

حدیث پاک سے اس بین یدی کی اور بھی وضاحت ہوجاتی ہے چنانچہ اب سے ۱۰۸۱ برس قبل حافظ الحدیث سلیمان بن اشعث سجستانی المتوفی سن ۳۰۲ھ اپنی کتاب سنن ابی داؤد ص ۱۵۵ میں روایت فرماتے ہیں۔

عن السائب بن يزيد رضى الله عنه قال كان يوذن بين يدى رسول الله ﷺ اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وابى بكر وعمر	کہ جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن منبر اقدس پر تشریف فرما ہوتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان کہی جاتی ایسا ہی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ مبارکہ میں تھا۔

اس حدیث پاک میں لفظ بین یدی کو استعمال کیا گیا ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد بھی جس سے ثابت ہوا کہ بین یدی کا مفہوم صرف ''سامنے'' ہے قریب وبعید کا مفہوم اس میں ہرگز نہیں۔

علی باب المسجد سے مسجد نبوی ﷺ کا شمالی دروازہ مراد ہے۔ اسی دروازہ پر حضور ﷺ کے زمانہ میں اذان خطبہ ہوا کرتی تھی۔ اور اسی طرح حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی اسی دروازے پر ہوا کرتی تھی اس اذان کے علاوہ اور کوئی دوسری اذان اس وقت تک نہ تھی لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور دیکھا کہ مسلمانوں کی آبادی دور دور تک پھیل گئی ہے اور اذان خطبہ ان تک نہیں پہنچ پاتی اور لوگ قدرے تساہل بھی کرنے لگے ہیں تو حکم فرمایا کہ ایک اور اذان کہی جائے۔ چنانچہ مسجد کی چھت یا کسی اور مقام پر اذان خطبہ سے اندازاً ایک گھنٹہ قبل ایک اور اذان ضرورتاً کہی جانے لگی یہ وہ اذان ہے جسے اذان اول کہا جاتا ہے اس سے قبل اس اذان کا رواج نہ تھا۔

بانی اذان اول نے اذان خطبہ کی تبدیلی گوارا نہ فرمائی

غور فرمایئے! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس اذان کا اضافہ تو فرمایا لیکن یہ گوارا نہ فرمایا کہ سرکار کی سنت کو تبدیل کیا جائے۔ بلکہ جیسا کہ سرکار دوعالم ﷺ کے زمانہ میں منبر اقدس کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان خطبہ کہی جاتی تھی۔ بالکل اسی طرح برقرار رکھی۔ چنانچہ اب سے ۵۲۹ برس قبل شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ نے اپنی کتاب عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۹۰ میں اس کو روایت فرمایا ہے اور طبرانی کا بھی حوالہ پیش کیا ہے۔ جبکہ بین یدی کا مفہوم خوب اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تو باقی رہی وہ عبارت جو بعض کتب فقہ میں آتی ہے جس سے کچھ لوگ اپنی کج فہمی کی بنا پر اسے بھی مقام استدلال میں پیش کر دیا کرتے ہیں وہ الاذان عند المنبر

ہے جس کا مفہوم اذان خطبہ منبر کے قریب ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلہ پر بیان کرتے ہیں جو قطعاً باطل اور لغو ہے کیونکہ:

لفظ ''عند'' کی بہترین تحقیق وتوجیہ

عند کے معنی مخصوص طور پر قریب کے نہیں بلکہ قریب و بعید دونوں معنی میں استعمال کیا جاتا ہے مخصوص طور پر قریب کے معنی کیلئے لفظ لدی اور لدن مع متعدد لغات بولا جاتا ہے اور یہ فرق عربی لغت اور عربی قواعد کی ہر کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ عربی لغت کی مشہور ومعروف کتاب المنجد کے ص ۷۱۹ میں ہے لَـدَیْ، وَلَـدُنْ وَلَـدَن وَلُدْنُ وَلَدِنْ وَلُدْن وَلَدْنَ ظرف زمانی ومکانی بمعنی عندالاانه اقرب مکانا و لخص ولا یستعمل الافی الحاضر

(۲) علم نحو کی شہرہ آفاق اور نہایت معتبر کتاب شرح جامی ص ۲۴۳ میں ہے

لدی بالالف المقصورۃ	یعنی	لَدَیٰ
وَلدن یفتح اللام وضم الدال وسکون النون		لَدُنْ
وَقَدْ جاء لدن یفتح اللام وبسکون الدال وکسرالنون		لَدْنِ
ولدن بفتح اللام والدل وسکون النون		لَدَنْ
ولدن بضم اللام وسکون الدال وکسرالنون		لُدْنِ
ولد بفتح اللام وسکون الدال.		لَدْ
وَلد بفتح اللام وسکون الدال		لُدْ
وَلد بصنم اللام وضم الدال		لَدُ

کـلـهـا بـمـعـنـی عند والفرق انه یقول المال عند زید فیما یحضر عنده وفیما خزانه الخ

(۳) ہدایۃ النحو ص ۴۸ میں ہے۔ ومنها لدى ولدن بمعنى عند نحو المال لديك والفرق بينهما ان عند لايشترط فيه الحضر ويشترط ذلك في لدى ولدن وجاء فيه لغات اخر

ثابت ہوا کہ لفظ عند سے منبر کے قریب ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلہ پر استدلال محض دھاندلی اور زبردستی ہے۔ اس لئے کہ کتب حدیث وتفسیر وفقہ اور عبارات علماء کرام میں تشریح ہے کہ اذان خطبہ بیرون مسجد۔ منبر کے سامنے مشروع ہے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر اذان خطبہ کے مغالطہ کا ازالہ

آجکل وہ لوگ جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ سے آتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی میں اذان دروازہ پر نہیں ہوتی بلکہ صحن مسجد یعنی حدود مسجد میں ہوتی ہے اور اسی طرح مکہ مکرمہ میں بھی مسجد حرام میں کہی جاتی ہے یہ وہ مرکز ہیں جہاں سے اسلام طلوع ہوا اور ساری دنیا میں پھیلا۔ علماء کرام وفقہاء عظام اس عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے چلے آتے مگر کبھی عدم جواز کا فتویٰ صادر نہ فرمایا یہ فتاویٰ بازی تو محض پاک و ہند میں ہے اور کہیں نہیں۔ تو اس کے متعلق یہ بتا دینا نہایت ضروری ہے۔ کہ مسجد نبوی شریف میں یہ اذان آج کل جس جگہ ہو رہی ہے یہ وہی باب شمالی ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اذان خطبہ کہلوایا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد والوں نے جب مسجد نبوی شریف کی توسیع کی تو وہ جگہ، باب شمالی، جس پر اذان خطبہ ہوا کرتی تھی صحن مسجد میں پڑ گئی لیکن اس وقت سے ابتک اذان اسی معین جگہ پر ہی ہوا کرتی ہے۔

مسجد نبوی کے دروازوں کی تحقیق اور مختصر خاکہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف کے صرف ۳ دروازے تھے جس کا مختصر نقشہ معلومات کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

تصویر......حجرہ اقدس

۹۶

مسجد حرام کے اندر اذان خطبہ کے مغالطہ کا ازالہ

اب رہا مسجد حرام (کعبہ) کا معاملہ تو اس کے متعلق بھی یہی ثبوت ملتا ہے کہ بیرون مسجد یعنی کنارہ مطاف پر اذان ہوا کرتی تھی چنانچہ مسلک متقسط ص ۲۸۰ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۱۴ھ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

المطاف ہو ما کان فی زمنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد حرام میں مطاف تھی

تو کنارۂ مطاف بیرون مسجد اور محل اذان تھا اور اس کی توسیع کے بعد وہ جگہ اندرون مسجد آ گئی جہاں اب تک اذان ہوتی ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں اس لئے کہ مسجدیت سے قبل جیسا کہ غسل خانہ، پیشاب خانہ وضو خانہ وغیرہ کے لئے جگہ معین کی جاتی ہے لیکن یہ سب درحقیقت بیرون مسجد کے حکم میں ہوتے ہیں اس پر ہرگز حکم مسجد جاری نہ ہوگا۔

جامع الرموز کے مصنف پر تبصرہ

اسی طرح ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ایک اور کتاب بھی مقام استدلال میں پیش کر دیا کرتے ہیں اس کتاب کا نام جامع الرموز ہے جو شمس الدین محمد مفتی نجار قہستانی المتوفی ۹۵۰ یا ۹۶۲ھ جیسے ایک مجہول اور غیر معتبر شخص نے لکھی ہے جس کے متعلق ابوالحسنات علامہ عبدالحئی لکھنوی بن علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی نے عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایہ ص ۱۱ میں علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ صاحب ردالمحتار کی جو عبارت نقل فرمائی ہے۔ ہم بعینہ درج کرتے ہیں ملاحظہ فرمایا جائے۔

القهستانی کجارف سیل	کہ شمس الدین محمد قہستانی سیلاب کی رو
وحاطب لیل خصوصاً	کی طرح ہے وہ تو اندھا دھند تقلید
استفساده الی کتب الزاهدی	کرنے والوں کی طرح کھرے کھوٹے
المعتزلی	کو پہنچاتا ہی نہیں اور خاص کر یہ

کہ وہ زاہدی معتزلی کی کتابوں کو اپنی سند میں لاتا ہے اور عمدۃ الرعایہ اسی ص ۱۱ پر ملا علی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۱۴ھ کا بھی ایک قول نقل فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمایا جائے۔

آپ نے صاحب جامع الرموز کے متعلق علماء اسلام کے فیصلے ملاحظہ فرمائے۔

صرف اس شخص نے لکھا ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر منبر کے قریب دی جا سکتی ہے چنانچہ جامع الرموز ج ۱ ص ۱۱۸ میں ہے۔

بین یدی ای الجهتین	(ترجمہ) (بین یدی) یعنی منبر یا امام
المسامتتین لیمین المنبر	کی داہنی جانب یا بائیں جانب دونوں
اوالامام ویساره قریباً منه ووسطهما	مسامت جہتوں میں اس کے قریب
بالسکون فیشمل ما اذا اذان	اور ان دونوں جہتوں کے وسط میں تو
فی زاویة قائمة اوحادة منعرجة	چھپ (منبر کے سامنے) زاویہ قائمہ

پر یا زاویہ حادہ پر یا زاویہ منفرجہ پر جوان دونوں جہتوں کے دو خطوط خارجہ سے ہوتا ہے اذان دی جائے تو اذان بین یدی کے مفہوم میں یہ سب اذانیں شامل رہیں گی۔

ذیل میں دیئے ہوئے خاکہ سے اس کی وضاحت ہوتی ہے ملاحظہ فرمایا جائے۔

تصویر......منبر اقدس

۱۰۰

قہستانی صاحب نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے حدیث مقدس اور جمہور علماء اسلام و مجتہدین عظام خصوصاً احناف کے قطعاً خلاف ہے ظالم یزیدی خلیفہ ہشام مروانی جس کا مختصر تذکرہ اوپر گزرا کی پوری پوری تقلید کی ہے۔

اذان خطبہ کے بارے میں مفسرین کرام کے اقوال

ناظرین کرام کی مزید تشفی قلب کی خاطر مفسرین عظام وفقہاء اسلام کی اصل عبارتیں بحوالۂ کتب تحریر کی جاتی ہیں جو صراحۃً اذان خطبہ کے بارے میں ہیں ملاحظہ ہوں اب سے ۶۵۹ برس قبلہ علامہ علاء الدین علی بن محمد ابراہیم اپنی کتاب تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۶۵ میں فرماتے ہیں۔

کان یوذن بین یدی النبی ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد الخ

کہ جب نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن منبر اقدس پر تشریف فرما ہوتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی۔

اور بعینہ یہی مضمون اب سے......... کئی سال قبل علامہ......... صاحب تفسیر کبیر المتوفی......... نے بھی اپنی کتاب تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۰۶ میں بیان فرمایا ہے جس کی اصل عبارت یہ ہے۔

اذا نودی للصلوة یعنی النداء اذا جلس الامام علی المنبر یوم الجمعة وهوقول مقاتل و انه کماقال لم یکن فی عهد رسول الله ﷺ نداء سواه کان اذاجلس علیه الصلوة والسلام علی المنبر اذن بلال علی باب المسجد وکذا علی عهد ابی بکر و عمر.

کہ جب نماز کے لئے نداء دی جائے (قران) یعنی جمعہ کے دن کی وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر خطبہ کے لئے بیٹھ جانے پر ہوتی ہے اور یہی قول مقاتل کا ہے اور جیسا کہ انہوں نے فرمایا کہ اس اذان کے سوا حضور کے زمانہ اقدس میں دوسری کوئی اذان نہ تھی جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے منبر اقدس پر تشریف فرما ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازے پر اذان دیتے اور یہی طریقہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں رائج رہا۔

اور حاشیہ جلالین شریف ص ۴۶۰ میں اذانودی للصلوٰۃ کے تحت لکھا ہے۔

والمراد بهذا النداء الاذان عند	کہ مراد اس اذان سے وہ اذان ہے
قعود الخطيب على المنبر لانه	جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت
لم يكن في عهد رسول الله ﷺ	ہوتی ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کے
نداء سواه كان له مؤذن واحد	زمانہ میں اس اذان کے سوا دوسری
اذا جلس اذن على باب	کوئی اذان نہ تھی حضور ﷺ کا ایک
المسجد فاذانزل اقام الصلوه	ہی موذن تھا جب حضور ﷺ منبر
ثم كان ابوبكر وعمرو على	اقدس پر تشریف فرما ہوتے تو یہ مؤذن
بالكوفة على ذلك	مسجد کے دروازہ پر اذان دیا کرتا اور
	جب حضور منبر اقدس سے (خطبہ دے
	کر) اترتے تو اقامت کہتا پھر کوفہ
	میں ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم اجمعین
	کے زمانوں میں یہی طریقہ رہا۔

اذان خطبہ کے بارے میں فقہائے کرام کے فتوے

اب سے تقریباً ۱۲۹ برس قبل صاحب اللباب شارح قدری علامہ عبدالغنی غنیمی میدانی جو علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ کے خاص شاگردوں سے ہیں اپنی کتاب اللباب ج اص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔

وَاذاصعد الامام المنبر جلس	کہ جب امام منبر پر چڑھ کر تو بیٹھ
عليه واذن المؤذن بين يدى	جائے اور مؤذن منبر کے سامنے اذان
المنبر بذلك جرى التوارث	دے اسی پر توارث جاری ہوا (یہی
ولم يكن على عهد رسول	سنت متوارثہ ہے) اور سرکار کے عہد
الله ﷺ الاهذا الاذان	مبارک میں صرف یہی اذان تھی۔

اور اب سے ۳۱۵ برس قبل کی کتاب طحطاوی ص ۲۹۸ میں یوں مرقوم ہے۔

وسنن الخطبة ثمانية عشر والاذان بين يديه بذالك جرى التوارث

کہ خطبہ کی ۱۸ سنتیں ہیں ان میں سے خطیب کے سامنے والی اذان بھی اور اسی پر توارث جاری ہوا۔

اور نیز تفسیر کبیر ج ۲۸ ص ۶۱ سورۂ جمعہ میں ہے۔

النداء الذی یکون بین یدی الامام اذاقعد علی المنبر

کہ اذان جو امام کے سامنے ہوتی ہے جب کہ امام منبر پر بیٹھتا ہے۔

اور سیدنا شیخ الاسلام فقیہہ النفس مجتہد المذہب کمال الدین محمد بن ہمام عبدالواحد الاسکندری المتوفی ۸۶۰ھ اپنی کتاب فتح القدیر کے باب الجمعہ ج ۱ ص ۲۵۱ میں فرماتے ہیں۔

هو ذكر الله فى المسجداى فى حدوده لكراهة الاذان فى داخله

کہ جمعہ کا خطبہ ایسا ذکر خدا ہے جو مسجد کے اندر یعنی حدود مسجد میں ہوگا اور اذان بھی ذکر خدا ہے لیکن مسجد کے اندر مکروہ ہے۔

فاضل عصر علامہ عبدالحیٔ لکھنوی کی عمدہ ترین تحقیق اور تصفیہ

حتیٰ کہ فاضل عصر علامہ عبدالحیٔ بن علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایہ ج ۱ ص ۲۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

قوله بين يدى اى مستقبل الامام فى المسجد كان اوخارجه و المسنون هوالثانى

یعنی بین یدی کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے سامنے ہو مسجد میں ہو یا باہر اور سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو

فاضل عصر نے مذکورہ بالا عبارت میں تصریح فرمادی کہ اذان باہر ہی ہونا سنت

ہے تو ثابت ہوا کہ اندر ہونا خلاف سنت ہے یہاں بھی بین یدی کی تشریح ہوگئی اس لئے کہ بین یدی کے معنی محض یہ ہیں کہ امام کے سامنے ہو اندر، باہر کی کوئی تخصیص نہیں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن کوئی سنت یہی ہے کہ اذان خواہ پنجگانہ ہو یا خطبہ کی باہر ہی ہو تو ضروری ہے کہ بین یدی کے وہی معنی لئے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ فقہائے کرام نے مسجد کے اندر اذان کہنے کو مکروہ فرمایا ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ علمائے احناف کے نزدیک جب مطلق لفظ مکروہ بولا جاتا ہے تو اکثر و اغلب مکروہ تحریمی مراد لیا جاتا ہے۔

ان جملہ مذکورہ بالا کتب سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ اذان مئذنہ پر کہی جائے یا مسجد کے باہر۔ مسجد کے اندر اذان کہنا مطلقاً منع بلکہ مکروہ ہے یہ حکم ہر اذان کے لئے ہے کوئی اذان اس سے مستثنیٰ نہیں پنجگانہ ہو یا جمعہ کی اول یا ثانی جو خطبہ سے قبل کہی جاتی ہے صرف اذان ثانی میں دو چیزیں شرط ہیں ایک منبر کی طرف متوجہ رہنا اور دوسری شرط بیرون مسجد ہونا ہے۔

دروازۂ مسجد بیرونِ مسجد کا حکم رکھتا ہے لہٰذا اگر دروازۂ مسجد پر جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں منبر کی طرف منہ کر کے اذان کہی جائے تو یہ عین مطابق سنت ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں علی باب المسجد مذکور ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے دروازہ پر حضور اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانوں میں ہوا کرتی تھی جس کا پورا بیان اوپر گزر چکا ہے۔

صراحت پر اشارت کو ترجیح دینا حماقت و ظلم ہے

کتب فقہ حنفی کی صریح عبارت ہوتے ہوئے کتب غیر حنفی سے استدلال کرنا یا صریح عبارت کے مقابلہ میں غیر صریح عبارت سے دلیل پکڑنا انتہائی حماقت اور بہت بڑا ظلم ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ مسجد کی عمارت اذان، جنازہ بلکہ قضاء صلوۃ اور سنت و نوافل کے لئے نہیں بنائی جاتی وہ تو صرف فریضۂ خدا ادا کرنے کے لئے ہوتی ہے اسی لئے سنت

نبویہ ﷺ یہ ہے کہ فرض کے بعد سنت ونوافل اپنے اپنے گھروں میں ادا کئے جائیں۔

اگر مسجد اذان کہنے کی غرض سے بنائی جاتی تو ضرور حضور اقدس ﷺ مسجد کے اندر ہی اذان دلواتے یا کبھی تو اس کا حکم فرماتے مگر یہاں تو کسی حدیث سے اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔

نہایت ضروری اپیل

لہٰذا برادران اسلام سے اپیل کرتا ہوں کہ حتی المقدور اس بدعت سیۂ کو مٹا کر سنت نبویہ ﷺ کو زندہ کرنے کی پوری کوشش کریں اللہ تبارک وتعالیٰ سوشہیدوں کا ثواب عطا فرماتا ہے نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان.

کہ جو شخص بھی تم میں سے ناپسندیدہ فعل دیکھے تو اسے چاہیے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل ڈالے اور اگر ایسی طاقت نہ ہو تو زبان سے کوشش کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل و جان سے برا جانے لیکن یہ کمزور تر ایمان ہے۔

سنت زندہ کرنے والوں کو سو شہیدوں کا ثواب حدیث پاک میں

مردہ سنت وہی کہلائے گی جس کے خلاف عام رواج پڑ گیا ہو حتیٰ کہ صحیح و درست حکم بھلا دیا جائے جیسے اذان واقامت وغیرہما ایسی سنتوں کو زندہ کرنے میں عذاب سے نجات اور بطور اجر اور سو شہیدوں کا ثواب احادیث کثیرہ میں وارد ہوا ہے اس جگہ احیاء سنت کے متعلق چند احادیث پاک بیان کرنا نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

(۱) من احیی سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ

کہ جس نے میری سنت کو زندہ کیا بیشک اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اور حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

(۲) من احیی سنۃ من سنتی قدامتیت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بھا من غیران ینقص من اجورھم شیاء

کہ جو میری سنت کو زندہ کرے گا جس کو میرے بعد لوگوں نے چھوڑ دی ہو تو جتنے اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

اور راس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں۔

(۳) من تمسک بسنتی عندفساد امتی فلہٗ جر مائۃ شھید

کہ جو فساد امت کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھام رکھے گا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا

چنانچہ فاتح مصر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مردہ سنتیں زندہ فرما کر روشن مثال قائم کر گئے جس میں جملہ مسلمانوں خصوصاً علماء کے لیے درس نصیحت ہے۔

اذان کے فضائل وضروری مسائل کی چند احادیث پاک

اذان کا ثبوت قرآن پاک سے

اب اذان کے مختصر فضائل اور ضروری مسائل ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں ملاحظہ فرمایا جائے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (پ ۲۴ ع ۱۸)

اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں (کنزالایمان)

اذان وموذن کی فضیلت

مسلم شریف ج ا ص ۱٦۷ اور ابن ماجہ ص ۵۳ ومشکوٰۃ ج ا ص ٦۴ میں وارد ہوا۔

حدیث (۱) فقال معاویة سمعت رسول اللہ ﷺ یقول المؤذنون اطول الناس اعناقا یوم القیامة

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ فرماتے تھے قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب لوگوں سے زیادہ اونچی ہوں گی یعنی باعزت ہوں گے اور کسی قسم کی شرمندگی نہ ہوگی۔

اور مسلم شریف ج ا ص ۱٦۷ میں ہے۔

حدیث (۲) عن النبی ﷺ قال ان الشیطان اذا سمع النداء

کہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے حضور نے فرمایا کہ بیشک شیطان جب

بالصلوٰۃ احال له ضراط حتی لایسمع صوته فاذا سکت رجع فوسوس

نماز کی اذان سنتا ہے تو گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے یہاں تک کہ مؤذن کی آواز نہیں سنتا اور جب خاموش ہوتا ہے تو لوٹ آتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے۔

اور ابن ماجہ ص ۵۳ میں ہے۔

حدیث (۳) عن ابن عمران رسول اللہ ﷺ قال من اذن ثنتی عشرۃ سنة و جب له الجنة و کتب له بتاء ذینه فی کل یوم ستون حسنة ولکل اقامة ثلثون حسنة

کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ۱۲ سال تک اذان دیتا رہے اس کے لئے جنت واجب ہے اور اس کی اذان کے عوض میں ہر روز ۶۰ نیکیاں اور ہر اقامت کے عوض ۳۰ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

جواب اذان کا طریقہ

اور مؤطا امام محمد ص ۸۳ میں ہے۔

حدیث (۴) عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ ﷺ قال اذا سمعتم النداء فقولوا مثل مایقول المؤذن

کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اذان سنو تو جو کچھ مؤذن کہتا ہو اسی کے مثل تم بھی کہتے جاؤ۔

دعاء بعد اذان سے حضور کی شفاعت واجب

اور بخاری شریف ج ۱ ص ۸۶ و نسائی ج ۱ ص ۷۰ و ترمذی ص ۲۸ و ابوداؤد صفحہ ۷۸ میں ہے۔

حدیث (۵) عن جابر عن عبدالله ان رسول الله ﷺ قال من قال حين يسمع النداء اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التامَّةِ وَالصَّلٰوةِالْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَنِ الوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مقامًا مَحْمُوْدًا الَّذِىْ وَعَدتَّهٗ (وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ) حَلَّتْ له شَفَاعَتِيْ يَومَ الْقِيَامَةِ

کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اذان سن کر کہا اے پروردگار اس دعوت تامہ وصلوۃ قائمہ کے تو عطا فرما محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت اور درجہ رفیعہ اور ان کو مقام محمود (مقام شفاعت) پر کھڑا کر جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے اور ہم سب کو ان کی شفاعت نصیب فرما تو قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگئی۔

اور سنن ابن ماجہ ص ۵۴ میں ہے۔

حديث (٦) عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من اذن محتسباً سبع سنين كتب له براء ة من النار

کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے ۷ سال تک ثواب کی نیت سے اذان دی اس کے لئے آگ سے رہائی لکھدی گئی۔

اور سنن ابن ماجہ اسی صفحہ میں ہے۔

حديث (٧) عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اذن المؤذن فقولوا مثل قوله

کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب مؤذن اذان کہے تو تم بھی اس کے مثل کہتے چلے جاؤ۔

اذان واقامت کے درمیان دعاء کی مقبولیت وغیرہ

ابوداؤد ص ۷۷ میں ہے۔

حدیث (۸) عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ لایرد الدعاء بین الاذان والاقامة

کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اذان واقامت کے درمیان دعاء رد نہیں کی جاتی۔

اور سنن ابن ماجہ ص ۵۳ میں ہے۔

مؤذن کے لئے ہر خشک وتر کی دعاء مغفرت

حدیث (۹) عن ابی هريرة قال سمعت من فی رسول اللہ ﷺ يقول المؤذن يغفرله مدی صوته واستغفره كل رطب ويابس و شاهدالصلوة يكتب له خمس وعشرون حسنة و يكفرما بين هما

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے دہن اقدس سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اس کی مغفرت کر دی جاتی اور ہر خشک وتر اور نماز میں حاضر ہونے والے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اس کے لئے ۲۵ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اتنی ہی برائیاں مٹا دی جاتی ہیں۔

جو اذان کہے وہی اقامت بھی کہے

ابوداود ص ۷۹ میں ہے۔

حدیث(۱۰) فاراد بلال ان یقیم فقال نبی اللہ ﷺ ان اخاصداء ھو اذن ومن اذن فھو یقیم قال فاقمت

کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ اقامت کہیں تو ان سے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ بیشک تمہارے بھائی صداء نے اذان کہی ہے اور جو اذان کہے وہی اقامت کہے حضرت صداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اقامت کہی۔

مسائل فقہیہ

اذان کی فقہی تعریف

اذان عرفِ شرع میں ایک خاص قسم کا اعلان ہے جس کے لئے الفاظ مقرر ہیں اور وہ الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

اذان شروع کرنے سے پہلے درود وسلام پڑھنے کی اصل

مسئلہ(۱) اذان شروع کرنے سے پہلے اشاعت دین متین کی نیت کر لینا اور کچھ ایسے کلمات زبان سے ادا کر لینا جو خدا اور رسول خدا ﷺ کے ذکر پر مشتمل ہوں۔ مستحب و مسنون ہے۔ چنانچہ حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایک صحابیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کا قول روایت فرماتے ہیں ملاحظہ فرمایا جائے۔ (ابوداود ج ا ص ۷۷)

فکان بلال یوذن علیہ الفجر فیاتی بسحر فجلس علی البیت ینظر الی الفجر فاذارای تمطی ثم قال اللھم انی احمدک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک قالت ثم یوذن قالت واللہ ماعلمتہ کان ترکھا لیلۃ واحدۃ ھذہ الکلمات

کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ گھر کے اوپر فجر کی اذان کہا کرتے تھے ''عادت کریمہ یہ تھی کہ'' صبح کاذب میں ہی تشریف لاتے اور گھر کے اوپر بیٹھ کر طلوع فجر کا انتظار فرماتے۔جب آپ دیکھ لیتے کہ طلوع فجر ہو کر قدرے روشنی پھیل گئی تو پھر اللھم انی احمدک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک کہتے۔

وہ صحابیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد اذان کہتے۔اور یہ بھی فرمایا کہ بخدا میں نہیں جانتی کہ ان کلمات کو کسی ایک شب بھی حضرت بلال نے چھوڑا ہو۔

فائدہ: اذان شروع کرنے سے قبل درود شریف اور صلوۃ وسلام وغیرہ پڑھنا اس حدیث کی رو سے جائز بلکہ مطابق سنت ہوگا۔الخ

اذان صرف پنجگانہ و جمعہ کیلئے ہے

مسئلہ (۲) فرض پنجگانہ اور جمعہ کے لئے وقت کے اندر بلند جگہ مرد کی زبان سے اذان کا ہونا سنت مؤکدہ قریب بواجب ہے۔اس کا ترک کرنا سخت گناہ ہے اس کے علاوہ عیدین اور جنازہ ونوافل وسنن وغیرہ کسی کے لئے نہیں چنانچہ درمختار ج اص ۲۸۲ میں ہے۔

ھو سنۃ للرجال فی مکان عال موکدۃ وھی کالواجب فی لحوق الاثم للفرائض الخمس فی وقتھا ولو قضاء لانہ سنۃ

کہ اذان کسی بلند مقام میں مردوں کے لئے سنت موکدہ ہے۔واجب کی طرح اس کے ترک سے بھی گناہ لازم آتا ہے اگرچہ قضا نماز پڑھتا ہو پھر بھی

للصلوة حتی یبرد لا لوقت ولا لیسن لغیرها کعید.

اذان کہے کیونکہ یہ تو نماز کے لئے سنت ہے نہ کہ وقت کے لئے حتی کہ گرمی میں نماز کی طرح ٹھنڈے وقت کہی جائے گی اور اس کے علاوہ مثلاً عیدوغیرہ کے لیے مسنون نہیں اور ردالمحتار ج ا ص ۲۸۲ میں ہے

وقوله للفرائض الخمس دخلت الجمعة وشمل حالة السفر والحضر والانفراد والجماعة قال فی مواهب الرحمٰن ونور الایضاح ولو منفردا اداء او قضاء سفرا او حضرا

فرض پنجگانہ میں جمعہ اور حالت سفر و حضر، تنہا اور با جماعت سبھی داخل ہیں مواہب الرحمٰن ونور الایضاح میں ہے اگرچہ تنہا نماز ادا کر رہا ہو یا قضا، مسافر ہو یا مقیم، سب کے لئے اذان مسنون ہے۔

اور عالمگیری ج ا ص ۸۳ میں ہے۔

اذان چند جگہ نہ کہی جائے

ولا یسن لغیر الصلوات والجمعة نحو السنن والوتر والتطوعات والتراویح والعیدین اذان ولا اقامة وکذا فی المحیط وکذا المنذورة والصلوٰة الجنازة والاستسقاء

نماز پنجگانہ اور جمعہ کے علاوہ سنتوں اور وتر ونوافل وتراویح وعیدین کے لئے نہ اذان مسنون ہے نہ اقامت اور اسی طرح نذر مانی ہوئی نماز اور نماز جنازہ واستسقاء وچاشت اور گھبراہٹ کے وقت کی نماز اور سورج وچاند گہن

والضحی ولا فزاع هکذا فی التبیین وکذا للصلوۃ الکسوف والخسوف

کی نماز۔ ان سب نمازوں میں نہ اذان ہے نہ اقامت

اذان بالترتیب ضروری ہے

اذان واقامت قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر کہنا مسنون ہے سوار کے علاوہ کسی کو ترک توجہ کی اجازت نہیں اور اذان مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ کہی جائے۔ اور اگر درمیان میں ترتیب قائم نہ رہے بلکہ مقدم و مؤخر ہو جائے تو جس کلمہ سے بگڑی صرف اسی کلمہ کو لوٹا کر درست کر لیا جائے۔ پوری اذان لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ اور مؤذن دوران اذان واقامت نہ تو کوئی بات کرے اور نہ سلام کا جواب دے۔ ورنہ سرے سے لوٹانا پڑے گا چنانچہ درمختار ج اص ۲۵۲ میں ہے۔

واستقبل غیر الراکب القبلة بهما ویکره ترکه تنزیها ولو فی صماخ اذنیه فاذا نه بدونه حسن وبه احسن

کہ اذان واقامت کہتے وقت سوار کے علاوہ جملہ موذن رو بقبلہ کھڑے ہوں اور دونوں کانوں میں انگلیاں دے لینا مستحب اور بہت ہی اچھا ہے لیکن اس کے بغیر بھی بلا کراہت جائز ہے۔

مسئلہ (۳) اذان واقامت کی آواز کی کیفیت

اور طریقہ مسنونہ یہ ہے کہ اذان خوب بلند آواز سے کہی جائے اور اقامت اس سے کچھ پست جیسا کہ عالمگیری ج اص ۵۵ میں ہے۔

ومن السنة ان یاتی بالاذان والاقامة جهرا رافعا بهما صوته والاقامة اخفض منه

کہ سنت یہ ہے کہ اذان واقامت دونوں خوب بلند آواز سے کہی جائیں اور اقامت بنسبت اذان کے پست

مسئلہ (۴) اذان میں قوت سے زیادہ آواز مکروہ ہے

اذان کہنے میں قوت سے زیادہ اونچی آواز کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ یہ نقصان کا باعث بن جائے گا اور مؤذن کو کسی ایسے بلند مقام پر کھڑے ہوکر اذان کہنا چاہئے جہاں سے آس پاس کے لوگ خوب اچھی طرح سن سکیں۔

جیسا کہ عالمگیری ج اص ۵۵ میں ہے۔

قدم فيهما موخرا اعاد ماقدم فقط ولايتكلم فيهما اصلاولـديـرد سلام فان تكلم استا لفه

ایسا نہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اذان و اقامت کہتے وقت کچھ کلمات کی تقدیم وتاخیر ہوگئی تو جس کلمہ سے ترتیب بدلی ہے صرف اسی کو دوبارہ ادا کیا جائے گا

اور اذان واقامت کے درمیان نہ تو کوئی بات کرے اور نہ سلام کا جواب دے اگر بات کرے گا تو دوبارہ شروع سے کہی جائے گی۔

مسئلہ (۵) اذان واقامت قبلہ رو کہی جائے

جیسا کہ عالمگیر ج اص ۵۶ میں ہے

ويستقبل بهما القبلة ولو ترك الاستقبال جاز ويكره

کہ مؤذن اذان واقامت کے وقت متوجہ الی القبلہ رہے اور اگر متوجہ نہ ہو تو جائز ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ (۶) اذان کہتے وقت انگلیاں کانوں میں دے لے

اذان کہتے وقت انگلیاں کانوں میں دے لینا بہت ہی اچھا ہے لیکن اس کے بغیر بھی جائز ہے جیسا کہ درمختار ج اص ۲۸۴ میں ہے۔

فیجعل ندیا اصبعیه ویکره للموذن ان یرفع صوته فوق الطاقة

اپنے کانوں میں انگلیاں دے کر بلند آواز سے اذان کہے لیکن طاقت سے زیادہ آواز اٹھا کر اذان دینا مکروہ ہے۔

اور ردالمختار ج اص ۲۸۲ میں ہے۔

وینبغی للموذن ان یوذن فی موضع یکون اسمع للجیران ویرفع صوته ولایجهدنفسه لانه یتضار

کہ موذن کو مناسب یہ ہے کہ کسی ایسی جگہ میں اذان کہے جہاں سے پڑوس کے لوگ بخوبی سن سکیں اور طاقت سے باہر چلانے کی کوشش نہ کرے کیوں کہ تکلیف ہو جائے گی۔

مسئلہ (۹) اذان کہنے کی جگہ، اذان عہد نبوی، اذان کیلئے پہلا منبر

اذان کہنے کی جگہ مئذنہ ہے یا خارج مسجد اور اقامت کی جگہ اندرون مسجد جیسا کہ غنیۃ ص ۳۵۷ میں ہے۔

الاذان انما یکون فی المئذنة اوخارج المسجد والاقامة فی داخله

کہ اذان صرف مئذنہ پر یا مسجد سے باہر کہی جائے اور اقامت اندرون مسجد کہی جائے۔

فائدہ جلیلہ

حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں مسجد سے متصل ایک مکان کی چھت پر اذان ہوا کرتی تھی پھر بعد میں مسجد کی چھت پر ہونے لگی اور چھت کے اوپر چبوترہ سا بنا دیا گیا تھا جس پر اذان کہی جانے لگی جیسا کہ اوپر گزرا لیکن اس کے لئے باقاعدہ منبر کبھی نہ بنایا گیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب دور آیا تو آپ نے سب سے پہلے

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے اذان کے لئے منبر بنوایا جس پر سب سے پہلے حضرت شرجیل ابن عامر مرادی رضی اللہ عنہ نے اذان کہی چنانچہ ردالمختار ج اص ۲۸۴ میں ہے۔

ان اول من رقی مصر للاذان شرجیل بن عامر المرادی وبنی سلمة المنابر للاذان بامر معاویة ولم تکن قبل ذلک

کہ سب سے پہلے مصر میں اذان کہنے کے لئے شرجیل بن عامر مرادی اس منبر پر چڑھے جس کو حضرت معاویہ کے حکم سے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا اس سے قبل اس قسم کے منبر نہ بنائے گئے تھے۔

مسئلہ (۱۰) چوڑے اور گہرے منارہ پر اذان کا طریقہ

اگر چوڑے اور گہرے مئذنہ "منارہ" پر اذان کہی جائے جہاں سے بغیر گردن باہر نکالے آواز پھیل نہ سکے تو حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح گردن باہر نکال کر کہے ورنہ مقصد اذان فوت ہو جائے گا چنانچہ عالمگیری ج اص ۵۶ میں ہے کہ

فیستدیر المؤذن فی المئذنة عند الحیعلتین ویخرج رأسه من الکوة الیمنیٰ ویقول حی علی الصلٰوة مرتین ثم من الکوة الیسریٰ ویقول حی علی الفلاح مرتین

کہ حی علی الصلوہ وحی علی الفلاح کے وقت منارہ میں موذن گھومے اور داہنے دریچہ سے اپنا سر نکال کر دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ کہے پھر بائیں سے اپنا سر نکال کر حی علی الفلاح دو مرتبہ کہے۔

مسئلہ (۱۱) وقت سے پہلے اذان جائز نہیں

صبح کے علاوہ وقت سے قبل بالاتفاق اذان جائز نہیں ہے اور ہم احناف کے نزدیک تو صبح کی اذان بھی قبل از وقت جائز نہیں اگر قبل از وقت کہدی جائے تو اس اذان کا کوئی اعتبار نہیں وقت ہو جانے کے بعد پھر کہنا واجب ہے۔

چنانچہ عالمگیری ج ا ص ۵۳ میں ہے۔

وتقديم الاذان على الوقت غير الصبح لايجوز اتفاقاً وكذا فى الصبح عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ وان قدم يعاد فى الوقت هكذا فى شرح مجمع البحرين لابن الملك وعليه الفتوىٰ

کہ وقت سے پہلے سوائے صبح کے تمام ائمہ کے نزدیک کوئی بھی اذان ہو جائز نہیں اور اسی طرح امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک صبح میں بھی وقت سے پہلے جائز نہیں اگر وقت سے پہلے اذان کہی گئی تو وقت ہو جانے کے بعد دوبارہ کہی جائے گی ایسا ہی ابن ملک کی کتاب شرح مجمع البحرین میں مذکور ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

تنبیہ

ایک اصلاحی مشورہ

صبح کے وقت اکثر لوگ بے احتیاطی سے طلوع فجر سے دو چار منٹ قبل ہی اذان شروع کر دیتے ہیں خصوصاً رمضان المبارک میں تو اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی ایسی غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ اذان اذان نہیں جب طلوع فجر ہو جائے تو دوبارہ پھر کہی جائے ورنہ جماعت سے نماز پڑھنے والوں کی نماز مکروہ ہوگی لہٰذا ایسی مذموم حرکت سے بچنا ضروری ہے۔

مسئلہ (۱۲) اذان کے بعد فوراً اقامت مکروہ ہے

اذان کے بعد ہی متصلاً اقامت بالاتفاق وبالا جماع مکروہ ہے اور اگر وقت مکروہ کا اندیشہ نہ ہو تو اتنی دیر انتظار کرنا چاہیئے۔ کہ جماعت کے عادی حضرات آ پہنچیں اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس نماز کے لئے اذان کہی گئی ہے اگر اس سے قبل سنن ونوافل ادا کرنے کی اجازت ہے تو مؤذن کو چاہیئے کہ اذان کہہ کر سنن ونوافل میں مصروف ہو جائے ورنہ بیٹھا رہے بہر صورت انتظار ضروری ہے۔ اور اگر مغرب کا وقت ہے تو قرآن مجید کی تین چھوٹی چھوٹی آیتیں پڑھنے کی مقدار وقفہ کرے چنانچہ عالمگیری ج اص ۵۷ میں ہے

الوصل بین الاذان وَالاقامة مکروه بالاتفاق	کہ اذان کے متصل ہی اقامت کہہ دینا باتفاق ائمۂ کرام مکروہ ہے۔

اور درمختار ج اص ۲۸۶ میں ہے۔

ویکره الوصل اجماعاً	کہ اذان کے بعد فوراً اقامت کہہ دینا باتفاق ائمہ دین مکروہ ہے۔

مسئلہ (۱۳) جماعت کے عادی نمازیوں کا انتظار لازم ہے

جیسا کہ درمختار ص ۲۸۵ میں ہے۔

ویجلس بینهما بقدرما یحضرون الملازمون مراعیان الوقت الندب	کہ اذان واقامت کے درمیان اتنی دیر بیٹھے کہ جماعت سے ہمیشہ نماز ادا کرنے والے لوگ حاضر ہو جائیں لیکن وقت مستحب کا لحاظ ضروری ہے۔

مسئلہ (۱۴) کن لوگوں پر جواب اذان واجب ہے، کن پر نہیں

راہگیر کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب اذان سنے تو جب تک اذان ہوتی رہے کھڑا ہو کر جواب دے اسی طرح دوران اذان واقامت کوئی کلام نہ کرے اور نہ تلاوت

کرے، اس کے علاوہ کوئی اور کام کاج اگر تلاوت میں مصروف ہے تو موقوف کر کے جواب دے۔ اسلئے کہ سامعین اذان کے اوپر جواب اذان واجب ہے۔ جواب اذان کے بارے میں اتنا اختلاف ضرور ملتا ہے کہ جواب سے مراد وجوب باللسان ''زبان سے'' ہے یا وجوب بالاقدام ''قدموں سے چل کر''

بعض نے وجوب باللسان کا انکار کرتے ہوئے وجوب بالاقدام کا قول کیا ہے لیکن اکثر نے وجوب باللسان ہی کے قول کو زیادہ صحیح اور راجح بتایا ہے وہ بھی اس صورت میں کہ اگر مسجد سے باہر ہے تو زبان سے جواب دینا واجب ہے۔ چنانچہ عالمگیر ج اص ۵۷ میں ہے۔

سمع الاذان وھو یمشی فالاولی ان یقف ساعة ویجیب

کہ کوئی پیدل چل رہا تھا کہ اذان سنائی دی۔ تو بہتر یہ ہے کہ تھوڑی دیر ٹھہر جائے اور جواب دے۔

اور کچھ آگے چل کر اسی صفحہ میں ہے

ولا ینبغی ان یتکلم السامع فی خلال الاذان والاقامة ولا یشغل بقراءة القرآن ولا بشیء من الاعمال سوی الاجابة ولو کان فی القراءة ینبغی ان یقطع ویشتغل بالاستماع والاجابة

اور اذان و اقامت سننے والے کیلئے مناسب نہیں کہ کسی قسم کا کلام کرے، نہ قرآن مجید کے پڑھنے میں مشغول رہے اور نہ سوائے جواب کے کوئی اور کام کرے۔ اور اگر قرآن کریم پڑھنے میں مصروف ہو تو مناسب یہ ہے کہ پڑھنا بند کر دے اور سنے اور جواب میں مصروف ہو جائے۔

کچھ اور آگے اسی صفحہ میں ہے۔

یجب علی السامعین عند الاذان الاجابة	کہ سامعین اذان پر جواب اذان واجب ہے۔

مسئلہ (۱۵) مسجد میں حاضر ہے تو جواب واجب نہیں

اور اگر مسجد ہی میں ہے تو نہ واجب باللسان ہے اور نہ واجب بالا قدام بلکہ زبان سے جواب دینا اب محض سنت ہے۔

جیسا کہ درمختار ج اص ۲۹۲ میں ہے۔

ولو کان فی المسجد حین سمعه لیس علیه الاجابة	کہ اذان اس وقت سنی جب کہ مسجد ہی میں تھا تو اس پر جواب دینا واجب نہیں
ولو کان خارجه اجاب کچھ آگے اما عندنا فیقطع ویجب بلسانه مطلقا والظاهر وجوبها باللسان	اگر باہر ہے تو جواب دے لیکن ہم احناف کے نزدیک تلاوت منقطع کرے اور اپنی زبان سے جواب دے

اور ظاہر یہی ہے کہ زبان سے جواب دینا واجب ہے۔

مسئلہ (۱۶) جب بھی جواب اذان دیں گے حیض ونفاس والی نہیں اور اذان خطبہ وغیرہ کا جواب واجب نہیں

غسل کی ضرورت تھی اسی حالت میں اذان سنائی دی تو بھی جواب واجب ہے ہاں اگر حیض ونفاس کی حالت ہے تو پھر واجب نہیں اور اسی طرح خطبہ سننے والے۔ نماز جنازہ ادا کرنے والے۔ ہمبستری کرنے والے۔ بول وبراز کرنے والے۔ کھانا کھانے والے علم دین سیکھنے اور سکھانے والے پر بھی واجب نہیں ان کے علاوہ سب پر واجب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کلمات اذان بغیر ترنم وتغنی (گانے) کے صحیح ادا ہو رہے ہوں ورنہ واجب نہیں کیونکہ ایسی اذان جس میں گانے کی طرز ہو یا غلط سلط تلفظ ہو شرعاً اذان ہی نہیں ہے اور

اگر چند جگہوں سے اذان سنائی دے تو صرف پہلی کا جواب واجب ہے اس طرح کہ وہی کلمات دہراتا جائے۔ جو مؤذن کہے اور جب حی علی الصلوہ اور حی علی الفلاح کہے تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے یا ماشاء اللہ کان وَمَالَمْ یَشَآءُ لَمْ یَکُنْ لاحول ولاقوۃ کہے اور جب اذان فجر میں الصلوہ خیر من النوم کہے تو سامع صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہے اور بیٹھا تھا کہ اذان سنائی دی تو اللہ و رسول ﷺ کے ناموں کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا مستحب ہے۔

چنانچہ درمختار ج اص۲۹۱ میں ہے۔

ومن سمع الاذان ولو جنبا لا	کہ جس نے اذان سنی اگرچہ جنب ہو
حائضا وَنفساء وسامع خطبة	جو جو کلمات موذن ادا کر رہا ہو اپنی
وفی الصلوه الجنازة وجماع	زبان سے ادا کرے۔ اگر موذن عربی
وسنزاح واکل وتعليم علم	لہجہ میں بطریقہ مسنونہ صحیح ادا کر رہا ہو
وتعلمه بخلاف القرآن بان	"ورنہ اعادہ کا حکم ہے" نہ کہ حیض و
يقول بلسانه كمقالته ان سمع	نفاس والی اور نہ خطبہ سننے والا اور نہ وہ
المسنون منه وما كان عربياً لا	جو جماع (ہمبستری) میں مصروف ہو
لحن فيه ولو تكرر احاب	اور نہ بیت الخلاء میں ہو اور نہ وہ جو
الاول وفی الحيعلتين فيحوقل	کھانے میں مصروف ہو بخلاف قران
وفی الصلوة خير من النوم	مجید کے (کہ موقوف کر کے جواب دے
فيقول صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ ويندب	گا) اور اگر چند اذانیں سنیں تو پہلی کا
القيام عند سماع الاذان	جواب دے گا اور حی علی الصلوۃ

اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے یا الصلوۃ خیر من النوم کے جواب میں صَدَقْتَ بَرَرْتَ کہے اور جب اذان سنائی دے تو اٹھ کر کھڑا ہو جانا مستحب ہے

فائدہ جلیلہ

انگوٹھے چومنے کے عجیب وغریب فائدے

علماء کرام وفقہاء عظام نے فرمایا ہے کہ جس وقت اشھد ان محمدا رسول اللہ سنائی دے تو پہلی مرتبہ میں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یاسیدی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اوردوسری مرتبہ میں قُرَّۃُ عینی بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کہے اوراپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخوں کودونوں آنکھوں پررکھ کرذیل کی دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرْ تو حضور ﷺ کی قیادت میں جنت کے اندرداخل ہوگا اورآنکھوں میں نورپیدا ہوگا اورنابینا ہونے سے محفوظ رہے گا۔ردالمختار وغیرہ

مسئلہ(۱۷)دعاء بعداذان

پھرجب اذان اورجواب اذان سے فراغت ہو جائے تو فوراً نورمجسم رحمت عالم ﷺ کے وسیلہ مبارکہ کی دعاء کرے پروردگارعالم قبول فرمائے گا۔

مکمل الفاظ دعائیہ مع ترجمہ

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَ الْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادَ(ردالمختار)

اے اللہ اے اس دعوت کامل اوراس کے نتیجہ میں کھڑی ہونے والی نماز کے رب تو ہمارے سردار محمد ﷺ کووسیلہ وفضیلت اوربلند درجہ عطا فرما اوران کو مقام محمود پر فائز فرمادے جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اورہمیں قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرما بے شک تو اپنے وعدہ سے کے خلاف نہیں کرتا۔

اور درمختار ج ا ص ۲۹۲ میں ہے:

ویدعو عند زاعہ بالوسیلۃ لرسول اللہ ﷺ

کہ فراغت اذان وجواب اذان کے بعد رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ مبارکہ کی دعا کرے۔

مسئلہ (۱۸) نماز باجماعت بغیر اذان واقامت مکروہ وغیرہ

مسجد میں جماعت کے ساتھ بغیر اذان واقامت فرض پڑھنا مکروہ ہے اور اسی طرح جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ مکروہ ہے۔ اس کے بارے میں ہم احناف کے یہاں ضابطہ یہ ہے کہ ہر فرض کے لئے خواہ ادا ہو یا قضاء۔ اکیلا پڑھتا ہو یا جماعت سے بہرصورت اذان واقامت کہے۔ چنانچہ عالمگیری ج ا ص ۵۴ میں ہے۔

ویکرہ اداء المکتوبات بالجماعۃ فی المسجد بغیر اذان واقامۃ

کہ مسجد میں بلا اذان و اقامت جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

نیز عالمگیری ج ا ص ۵۵ میں ہے:

والضابطۃ عند نا ان کل فرض اداء کان اوقضاء یوذن لہ ویقام سواء اداہ منفردا اوبجماعۃ الاظھر یوم الجمعۃ فی المصر فان اداہ بلااذان واقامۃ مکروہ

کہ ہمارے نزدیک ضابطہ یہ ہے کہ ہر فرض ادا ہو یا قضا سب کے لئے اذان و اقامت کہی جائے گی خواہ اکیلا پڑھے یا جماعت سے سوائے اس ظہر کے جو جمعہ کے دن شہر میں ادا کر رہا ہو اس لئے کہ اذان واقامت سے اس کا ادا کرنا مکروہ ہے۔

مؤذن کے اوصاف کا بیان

مسئلہ (۱۹) مؤذن مرد، عاقل نیک، پرہیز گار، عالم بالسنۃ ہو اور حصول ثواب کے لئے اذان کہتا ہو اور مناسب تو یہ ہے کہ بارعب ہو جو لوگوں کی نگرانی کرتا ہو اور شرعی عذر کے جماعت سے رہ جانے والے کو ڈانٹ سکے اور سمجھ دار بچے اور غلام و نابینا و ولدالزنا و دہقانی (کسان) جو صحیح تلفظ کرتا ہو ان سب کی اذان بلا کراہت جائز ہے۔ اس لئے کہ دینی امور میں ان سب کا قول مقبول و معتبر ہے۔ مگر جنب (جس کو غسل کی حاجت ہو) اس کی اذان و اقامت دونوں مکروہ تحریکی ہیں اور محدث (جس کو وضو کی حاجت ہو) اس کی صرف اقامت اور اسی طرح عورت اور ہیجڑے اور فاسق اگرچہ عالم ہوں اور کافران سب کی اذان غیر مقبول و غیر معتبر ہے اگر کہیں گے تو لوٹانا پڑے گی البتہ بے وضو کی اذان جائز ہے لیکن ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نابینا کو اگر وقت کا صحیح علم ہو جاتا ہو تو اس کی اذان میں کوئی حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔

جیسا کہ عالمگیری ج اص ۵۳ میں ہے۔

وینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقیا عالما بالسنة	کہ مناسب یہ ہے کہ مؤذن مرد عاقل نیک پرہیزگار عالم بالسنۃ ہو۔

ایضاً

وان یکون محتسبا فی اذانه	کہ مؤذن حصول ثواب کے لئے کہے

ایضاً

وان یکون مهیباً یتفقد احوال الناس ویزجر المتخلفین عن الجماعة	کہ مناسب یہ ہے کہ مؤذن بارعب ہو جو لوگوں کی پوری پوری کھوج رکھتا ہو اور بلا وجہ جماعت سے رہ جانے والوں کو جھڑک سکے۔

مسئلہ (۲۰) نابالغ عاقل بچوں کی اذان درست ہے

چنانچہ شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ متوفی ۱۰۰۸ھ صاحب تنویر الابصار متن درمختار ج ا ص ۲۸۴ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ویجوز اذان صبی مراهق وعبد واعمی وَوَلدالزنا واعرابی

کہ عاقل بچہ اور غلام اور اندھے اور ولدالزنا اور دیہاتی کی اذان جائز ہے

اور درمختار ج ۲ ص ۲۸۷ میں ہے۔

وانها لم یکره اذاهم لان قولهم مقبول فی الامور الدینیة فیکون ملزما فیحصل الاعلام بخلاف الفاسق

کہ جزیں نیست کہ بچوں کی اذان میں کراہت نہیں اس لئے کہ امور دینیہ میں ان کا قول مقبول ہے پس ان کا قول لازم کرتا ہے تو اعلان حاصل ہو جاتا ہے۔ بخلاف فاسق کے (کہ اس سے اعلان حاصل نہیں ہوتا)

مسئلہ (۲۱) جُنب کی اذان واقامت ِمحدث وغیرہ

درمختار ۱۸ ص ۲۸۸ میں ہے۔

ویکره اذان جنب و اقامة محدث لااذانه علی المذهب واذان امرأة وخنثی وفاسق ولو عالما لعدم قبول قوله فی الدیانات

کہ جب کی اذان واقامت مکروہ ہے اور بے وضو کی صرف اقامت نہ کہ اس کی اذان صحیح مذہب یہی ہے اور عورت اور ہیجڑے اور فاسق اگرچہ عالم ہوں اور کافر وفاسق کی اذان بھی مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ امور دینیہ میں ان سب کا قول مردود ہے۔

تنبیہ

شریعت مطہرہ نے قول وعمل میں مساوات و یک جہتی کی تاکید فرمائی ہے لہٰذا جس میں یہ خوبی نہیں اس کا قول اور اس کی شہادت نامقبول اور مردود ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ (قرآن) کہ وہ بات تم کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے۔

اور حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ جو لوگ دوسروں کو تو وعظ ونصیحت اور اچھی اچھی باتیں بتاتے ہیں لیکن خود عمل نہیں کرتے کل قیامت کے دن ان کی زبانیں گدی کی طرف سے کھینچی جائیں گی العیاذ باللہ اور اذان ایک ایسی عظیم الشان چیز ہے جس سے سراپاء نیکی اور پرہیز گاری کی طرف بلانے اور دنیا وآخرت میں فلاح وصلاح حاصل کرنے کی دعوت عظمٰی ہے تو جس میں سرے سے پرہیز گاری ہی نہیں وہ اگر پرہیز گاری کی دعوت دے گا تو کیسے مقبول ہوگی کیوں کہ جو خدا سے خوف نہیں رکھتا اور تقویٰ وصداقت، صلاح وفلاح جیسی عظیم امانت میں خیانت کرتا ہو اس کے متعلق کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ دعوت دے کر مخلوق خدا کو تقویٰ وصداقت، صلاح وفلاح آخرت کی طرف لے جائے گا یا اپنی طرف کجروی کی طرف۔

دنیا میں تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو کھلے عام سرکشی وفسق وفجور کرتے ہیں دوسرے وہ جو کھلے عام تو نہیں کرتے لیکن پس پشت باز بھی نہیں رہتے۔ سب کچھ کرتے ہیں۔ تیسرے وہ جو نہ کھلے عام کچھ کرتے ہیں نہ پس پشت بلکہ دونوں حالتوں میں خوف خدا رکھتے ہیں جو عین مطابق اسلام ہے اور مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ لیکن شریعت مطہرہ نے بدگمانی اور بے جا قیاس آرائیوں سے منع فرمایا ہے تو ظاہر ہے کہ جو شخص مستور الحال (پوشیدہ حال) ہے۔ اس کو محض وہم وگمان کی بناپر فاسق وفاجر سمجھنا یا کہنا اپنے

آپ کو گناہ عظیم میں ڈالنا ہوگا اس کی شریعت مطہرہ نے قطعاً اجازت نہیں دی اس لئے مستور الحال کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔اسی لئے ایسے شخص کی اذان بھی جائز ہے اور اقامت بھی روا اور امور دینیہ میں اس کا قول و شہادت بھی مقبول و منظور۔

مسئلہ (۲۲) فاسق معلن کی اذان و اقامت و شہادت وغیرہ

لیکن جو کھلے بند سرکشی اور فسق و فجور میں مبتلا رہے اس کے بارے میں شریعت مطہرہ نے حکم صادر فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کے اقوال و شہادات کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے تاوقتیکہ توبہ نہ کرلیں۔اس لئے کہ یہ جری فاسق معلن ہیں۔جس کی تعریف ہی یہ ہے کہ جو فرائض و واجبات میں کوتاہی و بے پرواہی کرتا ہو۔مثلاً گنڈے وار نماز پڑھتا ہو یا سرے سے پڑھتا ہی نہیں۔اور بلاوجہ وقت جماعت یونہی گذار دیتا ہے۔اسی طرح شراب و جوا، زنا، لواطت اور نامحرموں میں خلط ملط وغیرہ منہیات کا مرتکب ہونا عام مشہور ہو گیا ہے اور اسی طرح داڑھی ترشوا کر ایک مشت سے کم رکھتا ہے۔یا منڈا دیتا ہے۔یہ سب فسق و فجور میں داخل ہے۔شریعت مطہرہ نے ایسے لوگوں کا لقب فاسق رکھا ہے اور فاسق کے متعلق کتب شرع میں اس کے اس فعل بد سے نفرت اور اظہار بیزاری کا حکم فرمایا ہے۔عورت اور خنثی کی طرح نہ یہ اذان کہہ سکتے ہیں نہ اقامت و امامت حتی کہ ان کی شہادت بھی نامقبول ہے لہٰذا اگر ایسے لوگ اذان کہیں گے تو ان کی اذان۔اذان نہیں سمجھی جائے گی۔دوبارہ کوئی نیک و متقی یا کم از کم ایسا شخص جس میں کوئی ظاہری فسق و فجور نہ ہو اذان کہے گا۔

مسئلہ (۲۳) اذان و اقامت کے حقدار صرف متقی ہیں

کیونکہ جس طرح امامت و قیادت عزت کی چیز ہے اسی طرح اذان و اقامت بھی اور

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ (قرآن)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ ترین وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔

یوذن خیارکم (الحدیث)

کہ تم میں جو سب سے بہتر ہے اذان کہے

اس حدیث کے مطابق اس عزت کے حقدار صرف متقی اور نیک لوگ ہیں فاسق وفاجر ہر گز نہیں۔

مسئلہ (۲۴) اندھے کی اذان کا حکم

عالمگیری ج ۱ ص ۵۴ میں ہے۔

متیٰ کان مع الاعمی من یحفظ علیہ اوقات الصلوت فتاذینہ وتاذین البصیر سواء

کہ جب نابینا کے ہمراہ کوئی شخص ایسا رہتا ہو جو اوقات نماز سے آگاہ کر دیا کرتا ہو تو اس کی اور بینا کی اذان برابر ہے

مسئلہ (۲۵) ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان وغیرہ

مؤذن کا ایک وقت میں دو مسجدوں کے اندر اذان کہنا مکروہ ہے اور مسافر خواہ تنہا ہی کیوں نہ ہو اذان واقامت کہے بلاوجہ ترک کرنا مکروہ ہے ہاں جبکہ رفقاء سفر حاضر ہوں تو صرف اقامت پر اکتفاء جائز ہے اور شہر میں گھر کے اندر یا دیہات میں مسجد کے اندر اکیلے یا جماعت سے نماز پڑھنے والے کا اذان واقامت ترک کرنا مکروہ نہیں اس لئے کہ آس پاس کی اذانیں اس کے لئے کافی ہیں اور اگر جماعت مسنونہ کے بعد کوئی شخص مسجد میں نماز ادا کرنا چاہیئے تو اذان واقامت نہ کہے ورنہ فعل مکروہ کا مرتکب ہوگا۔

چنانچہ درمختار ج ۱ ص ۲۹۳ میں ہے۔

ویکرہ لہ ان یؤذن فی مسجدین

کہ مؤذن کو دو مسجدوں میں اذان کہنا مکروہ ہے۔

نیز درمختار ۱۸ ص ۲۸۹ میں ہے:

وکرہ ترکھما معا لمسافر ولو منفرداً وکذا ترکھا لاترکہ لحضور الرفقة بخلاف مصل ولو بجماعة فی بیتہ بمصر اوقریة لھا مسجد فلایکرہ ترکھما اذا اذان الحی یکفیہ اومصل فی مسجد بعد صلوٰۃ جماعة فیہ بل یکرہ فعلھما

کہ اذان واقامت دونوں کا ایک ہی ساتھ ترک کرنا مسافر کے لئے اگرچہ تنہا ہو مکروہ ہے اوراسی طرح رفقاء سفر جبکہ حاضر ہوں تو اذان کے ترک میں کراہت نہیں مگر اقامت کا ترک کرنا مکروہ ہے بخلاف اس نمازی کے جو شہر میں اپنے گھر کے اندر اگرچہ جماعت سے ادا کررہا ہو یا کسی ایسے دیہات میں جس میں کوئی مسجد بھی ہے تو اس کو اذان واقامت ترک کرنا مکروہ نہیں اس لئے کہ محلہ کی اذان اسے کافی ہے بخلاف ایسے نمازی کے جو کسی مسجد میں نماز باجماعت ہو جانے کے بعد پڑھنا چاہتا ہے۔ اگر اذان واقامت کہے گا تو فعل مکروہ کا مرتکب ہوگا۔

مسئلہ (۲۶) جو اذان کہے وہی اقامت کا حقدار ہے

جو اذان کہے اسی کو اقامت کا حق ہے ہاں اذان کہہ کر کہیں چلا گیا۔ تو کوئی بھی اقامت کہے بلا کراہت جائز ہے اور اگر مسجد ہی میں ہے اور دوسرے کا اقامت کہنا اسے ناگوار نہیں ہے جب بھی بلا کراہت جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

چنانچہ عالمگیری ج ا ص ۵۴ میں ہے۔

وان اذن رجل واقام آخر ان غاب الاول جاز من غیر کراھة وان کان حاضر اویلحقہ الوحشة باقامة غیرہ یکرہ وان رضیٰ بہ لایکرہ

کہ اگر ایک نے اذان کہی اور دوسرے نے اقامت تو اگر مؤذن کہیں چلا گیا تھا جب تو بلا کراہت جائز ہے اور مؤذن موجود تھا اور دوسرے کی اقامت سے وحشت ہوتی ہو تو مکروہ ہے اور اگر راضی ہے تو بغیر کراہت جائز ہے۔

مسئلہ (۲۷) اقامت کا جواب واجب نہیں

جواب اذان جیسا کہ اوپر گذر واجب ہے لیکن جواب اقامت واجب نہیں۔ بلکہ بالاتفاق مستحب ہے۔

جیسا کہ درمختار ج اص ۲۹۳ میں ہے۔

یجیب الاقامة ندبا بالاجماع	کہ اقامت کا جواب بالاجماع مستحب ہے

فائدۂ جلیلہ

اقامت میں انگوٹھے چومنا مستحب ہے

جس طرح اذان میں انگوٹھے چومنا جائز بلکہ مستحب ہے اسی طرح اقامت میں بھی مستحب ہے اس کی دلیل کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ اس کے بارے میں ممانعت وارد نہیں ہوئی چنانچہ ترمذی شریف میں ہے الاصل فی الاشیاء الاباحة (یعنی جب تک حکم امتناعی نہ ثابت ہو) تمام چیزوں میں اصل جائز ہوتا ہے۔

مسئلہ (۲۸) اذان خطبہ کا جواب اور دعا ممنوع ہے

جمعہ کی اذان ثانی کا زبان سے جواب دینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ اور اسی طرح اذان کے بعد دعاء مانگنا بھی ممنوع ہے۔

درمختار ص ۲۹۳ میں ہے۔

وینبغی ان لایجیب بلسانه اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب	کہ مناسب یہی ہے کہ خطیب کے سامنے والی اذان کا جواب زبان سے نہ دے اس پر جملہ ائمہ کرام کا اتفاق ہے

تثویب کے معنی و مسائل

مسئلہ (۲۹) سوائے مغرب ہر نماز کیلئے دوبارہ ندا

سوائے مغرب کے ہر اذان کے بعد جماعت سے قبل اور اسی طرح جمعہ و عیدین کے لئے بھی لوگوں کی آگاہی کی غرض سے دوبارہ ندا دینا مستحب و مستحسن ہے اس کو فقہاء کرام کی اصطلاح میں تثویب کہا جاتا ہے۔

عالمگیری ج ا ص ۵۶ میں ہے۔

التثویب حسن عند المتاخرین فی کل صلوۃ الافی المغرب — کہ تثویب فقہاء متاخرین کے نزدیک سوائے مغرب کے ہر نماز کے لئے ایک اچھا طریقہ ہے۔

فائدہ: تثویب کے معنی اعلام بعد اعلام یعنی ایک بار اعلان کے بعد دوسری بار اعلان کے ہیں۔ اذان کے لئے جس طرح مخصوص الفاظ ہیں اس کے لئے کوئی مخصوص الفاظ مقرر نہیں آج بھی اذان کے بعد جماعت سے کچھ قبل مؤذن یا اس کے علاوہ کوئی بھی یہ کام انجام دے سکتا ہے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ نہایت موزوں اور بہتر ہیں کیونکہ ان میں کئی خوبیاں مضمر ہیں۔

(۱) اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسیدی یَارَسُوْلَ اللّٰہ — ترجمہ: اے اللہ کے رسول آپ پر درود و سلام ہو۔

(۲) وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سیدی یَاحَبِیْبَ اللّٰہ — اور اے اللہ کے حبیب آپ کے پیروکار اور اصحاب پر بھی۔

(۳) الصلوٰۃ الصلوٰۃ — نماز۔ نماز

(۴) قَدْقَامَتِ الصلوٰۃ — نماز کے لئے جماعت قائم ہو رہی ہے

(۵) الصلوٰۃ خَیْرُ الْاُمُوْر — نماز تمام کاموں میں عمدہ ترین کام ہے

عیدین میں اگرچہ اعلام بعد اعلام کا مفہوم صادق نہیں آتا۔ کیونکہ عیدین کی نماز سے قبل اذان مشروع نہیں مگر پھر بھی نماز قائم ہونے سے قبل عام لوگوں کی اطلاع کے لئے چونکہ غیر مقررہ الفاظ سے ندا دینا مستحب ہے۔ لہٰذا اس کو بھی تثویب ہی کہا جاتا ہے۔

تثویب کے بارے میں حدیث پاک

چنانچہ مؤطا امام مالک کے حاشیہ میں ایک لمبی حدیث مذکور ہے جس سے تثویب کا مستحب و مستحسن ہونا بخوبی معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔

عن بلال انه اتی رسول اللہ ﷺ یوما یوذنه صلوة الصبح فوجده راقدا فقال الصلوة خیر من النوم مرتین فقال رسول اللہ ﷺ مااحسن هذا یا بلال اجعله فی اذانک

کہ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں (حسب معمول) ایک مرتبہ نماز کی اطلاع کے لئے حاضر ہوئے تو سرکار ابھی آرام فرما رہے تھے۔ حضرت بلال نے کہا نماز نیند سے بہتر ہے اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے بلال یہ کتنے اچھے کلمات ہیں انہیں تم اذان میں شامل کر لو۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کو اپنی اذان میں شامل کر لیا جو آج تک فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ اسی طریقہ پر جاری و نافذ ہے۔

فائدہ جلیلہ

(ایک نکتہ) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے الصلوٰۃ خیر من الدنیا (نماز دنیا سے بہتر ہے) نہ فرمایا بلکہ الصلوۃ خیر من النوم (نماز نیند سے بہتر ہے) فرمایا اس

لئے کہ دنیائے فانی میں تسکین وراحت کا سبب صرف خواب (سونا) ہے۔ اور آخرت کی ابدی زندگی میں نماز تو ظاہر ہے کہ راحت ہے دنیا فانی راحت آخرت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی لہٰذا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے راحت آخرت کو ترجیح دیتے ہوئے الصلوٰۃ خیر من النوم فرمایا جسے سن کر سرکار دوجہاں ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خوشی ورضامندی کا تمغہ عطا فرمایا۔

اقامت کے متعلق تفصیلی معلومات

جب اذان کے متعلق تفصیلی احکام خوب اچھی طرح ذہن نشین ہو چکے تو اب اقامت "تکبیر" کے متعلق بھی بالتفصیل احکامات ہدیۂ ناظر کیے جاتے ہیں جسے معلوم کرنے کے بعد کسی قسم کی ضد اور قطعاً تعصب سے کام نہ لیا جائے بلکہ انصاف اور دیانتداری کو ترجیح دی جائے۔

اقامت بھی منزل من اللہ ہے

جس طرح اذان منزل من اللہ ہے اسی طرح اقامت بھی ہے یعنی اسے بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انسانی شکل میں آکر حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو خواب میں تعلیم فرمائی جس کا مکمل بیان اوپر گذرا اور جب اقامت کہنے کا وقت آیا تو سرکار دوعالم ﷺ سے عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی سرکار دوعالم ﷺ نے اجازت عطا فرمائی۔

بوقت فجر اذان واقامت کا شرف سب سے پہلے حضرات بلال وعبداللہ رضی اللہ عنہما کو ملا

چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے اذان کہنے کا شرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا تو اقامت کا حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا اس طرح اسلام میں

سب سے پہلی اذان اور اقامت کا شرف بوقت فجر مہاجر و انصار دونوں میں تقسیم کیا گیا جس سے واضح ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے قلب اطہر میں ان دونوں گروہوں کی بے حد قدر تھی۔

مقصد اقامت

اقامت بھی اذان ہی ہے صرف فرق اتنا ہے حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوۃ دو مرتبہ کہنا مشروع ہے ان دونوں کے مقاصد ضرور جدا جدا ہیں اذان کا مقصد جیسا کہ تفصیلاً اوپر گزرا صرف یہ ہے کہ دور دور کے لوگوں کو وقت نماز و جماعت سے آگاہی ہو جائے۔ تا کہ مسجد میں داخل ہو کر دارین کی فلاح و صلاح حاصل کر سکیں۔ لیکن اقامت کا مقصد صرف یہ ہے کہ حاضرین کو آگاہی ہو کہ اب نماز قائم ہو رہی ہے۔ سب لوگ ہوشیار ہو جائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسجد میں حاضر ہوتے ہوئے بھی امام کے ہمراہ تکبیر تحریمہ چھوٹ جائے ورنہ بڑی حرماں نصیبی ہوگی۔ اسی لئے اذان بیرون مسجد اور اقامت اندرون مسجد مشروع ہوئی۔ نیز اسی علت کے پیش نظر اذان کا تکرار تو مفید ہے جیسا کہ جمعہ کے دن نماز کے لئے دو اذانیں مشروع ہوئیں۔ لہٰذا اگر کسی وجہ سے دوبارہ اذان کہی جائے تو شرعاً بالکل درست اور جائز ہے لیکن اقامت کی تکرار میں قطعاً کوئی فائدہ نہیں کیونکہ حاضرین کو ایک ہی مرتبہ میں آگاہی ہو جاتی ہے لہٰذا شرعاً دوبارہ کہنے کی اجازت نہیں۔

چنانچہ شرح وقایہ ج ۱ ص ۱۵۴ باب الاذان میں ہے۔

ولا تعادھی بل ھو لانہ لم یشرع تکرار الاقامۃ لانھا لاعلام الحاضرین فیکفی الواحدۃ والاذان لاعلام الغائبین فیحتمل سماع البعض دون بعض فتکرارہ مفید	کہ اقامت نہ لوٹائی جائے گی۔ بلکہ اذان اس لئے کہ تکرار اقامت مشروع نہیں کیونکہ وہ تو حاضرین کی آگاہی کی خاطر ہے تو ایک ہی مرتبہ کافی ہے اور اذان غائبین کی آگاہی کی غرض سے ہے تو یہ احتمال ہے کہ کچھ

لوگوں نے سنا اور کچھ نہ سنا ہوگا لہٰذا اس کی تکرار فائدہ مند ہے۔

آداب مسجد آداب نماز

اذان واقامت کے مقاصد معلوم ہو جانے کے بعد آداب مسجد ونماز کا بیان انسب ہوگا۔ تاکہ اقامت کا اصل مسئلہ سمجھنے میں دشواری محسوس نہ ہو۔ اذان سن کر مسجد کو آنا سنن الھدیٰ میں سے ہے اور جب داخل ہونے لگے تو پہلے داہنا قدم مسجد میں رکھے اور یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب باہر نکلے تو پہلے بایاں قدم نکالے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ داخل ہوتے ہوئے اگر اعتکاف کی نیت کرلی جائے تو بے حد ثواب ملے گا یعنی ذیل کی دعاء پڑھ لے یا دل میں سوچ لے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ نَوَيْتُ اَنْ اَعْتَكِفَ لَكَ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ (کہ اے اللہ میں نے تیرے لئے اس مسجد میں ٹھہرنے کی نیت کی تو ایسے شخص کے لئے مسجد میں کھانا، پینا، لیٹنا جائز ہو جاتا ہے۔ ورنہ ناجائز ہے۔ اور اگر صف اول میں بلکہ امام کے پیچھے جگہ میسر آجائے تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ جہاں جگہ ملے دو یا چار رکعت نماز تحیۃ المسجد (دخول مسجد کے شکرانہ میں نماز) ادا کرے اور اس کے بعد صف بندی کر کے نہایت ادب واحترام سے بیٹھا ہوا اذکار واوراد میں مصروف رہے۔ کسی سے کسی قسم کی گفتگو نہ کرے۔ کیونکہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ مسجد میں جائز اور مباح بات بھی نہ کی جائے۔ ورنہ نیکیوں کو اس طرح کھا لیتی ہے۔ جیسے لکڑی کو آگ فنا کر دیتی ہے۔ اور جب اقامت (تکبیر) ہونے لگے تو اذکار واوراد بند کر کے اقامت سنے اور اس کا جواب دے یہاں تک کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الصلوٰۃ کہے تو عملی طور پر اس کا جواب دے یعنی اس وقت اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے شروع سے ہی کھڑا نہ رہے اور ہر شخص اپنے داہیں اور بائیں غور کر کے دیکھے اگر کہیں صف میں کجی ہو تو فوراً درست کر لے اور جب امام تکبیر تحریمہ کہے اس کے ساتھ ہی خود بھی تحریمہ باندھے۔

نماز کی نیت کے لئے طویل دعاء زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ دل میں

سوچ لینا کہ فلاں نماز اتنی رکعت اس امام کے پیچھے ادا کر رہا ہوں کافی ہے اس لئے کہ ذاتی مشاہدہ ہے کہ امام کے ہمراہ اکثر لوگوں کا تحریمہ محض اس لئے جاتا رہتا ہے کہ وہ لوگ زبان سے لمبے لمبے کلمات ادا کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں اور ادھر امام ثناء، تعوذ و تسمیہ سب کچھ پڑھ کر قرأت کرنے لگتا ہے لیکن ان کی نیت پوری نہیں ہوتی ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔

بلاوجہ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا ثواب کھو دیتے ہیں جس کے متعلق حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ تکبیر تحریمہ میں امام کے ساتھ شامل ہونے والا اتنا ثواب پاتا ہے جتنا کہ کوئی شخص مال و متاع سے لدا ہوا اونٹ پا جائے۔ ہاں جس کو زبان سے کلمات نیت ادا کرنے کے بعد بھی امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ میں شامل ہونا ممکن ہو تو اس کے لئے افضل یہی ہے کہ زبان سے ادا کرے اور امام کے قرأت شروع کرنے سے پہلے تحریمہ باندھ کر ثناء پڑھ لے تو تکبیر اولیٰ کا ثواب فوت نہ ہوگا۔ نیت کے معنی ہی دل میں سوچنے کے ہیں۔ زبان سے پڑھنے کے نہیں۔ شرط مذکور کے ساتھ زبان سے افضل اس لئے ہے کہ دل کا ارادہ پوری طرح جم جائے لیکن اگر رکعت یا نماز چھوٹ جانے کا خطرہ ہو بلکہ تکبیر اولیٰ بھی فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو زبان سے الفاظ نیت کہنا چھوڑ دینا ہی افضل بلکہ ضروری ہے۔

اقامت کہنے کا حقدار اور اس کی کیفیت

جو اذان کہے وہی اقامت کہنے کا حقدار ہے البتہ اس کی اجازت سے یا غیر موجودگی میں دوسرا جو متقی عالم بالسنہ اور باوضو ہو کہے اس لئے کہ بے وضو کی اقامت مکروہ تحریمی ہے۔ اقامت بنسبت اذان کے جلدی جلدی اور کچھ پست آواز میں کہی جائے گی۔ یہ جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے دراصل یہی سنت کے مطابق ہے۔ اس کے خلاف ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ دیکھا گیا ہے کہ لوگ اقامت شروع ہونے سے قبل ہی کھڑے ہو جاتے ہیں بلکہ حال کے بعض ائمہ مساجد لاعلمی کی وجہ سے یا مقتدیوں کے خوف اعتراض سے

بیٹھے نہیں رہتے اقامت شروع ہونے سے قبل ہی خود بخود کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعض تو خبث باطن کی وجہ سے ضد میں خود تو کھڑے ہوتے ہی ہیں مقتدیوں کو بھی یہی حکم دیتے ہیں حالانکہ اس کا ثبوت کہیں بھی نہیں نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ فقہ میں تینوں کے خلاف ہے ان کی دلیل یا تو محض یہ ہے کہ بلاد اسلامیہ میں اس کا رواج پڑ گیا ہے اور لوگ عام طور سے عمل کرنے لگے ہیں یا اندھا دھند بے جا تاویلیں کر کے قبل از اقامت کے قیام کی افضیلت پر سارا زور صرف کرتے ہیں تاکہ ان کی بات رسم و رواج کے مطابق ہو جائے۔ حالانکہ یہی حضرات اگر چاہتے تو ایسا طریقہ بیان کر سکتے تھے۔ جس سے رسم و رواج ختم ہو کر سنت زندہ ہو جاتی لیکن معلوم نہیں کس چیز نے ان کو خلاف سنت ایک مکروہ فعل پر عمل کرنے اور کرانے پر اکسایا۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا فتویٰ

چنانچہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا مندرجہ ذیل فتویٰ ملاحظہ فرمایا جائے جو امداد الفتاوی ج ا ص ۱۲۱ و ۱۲۲ میں درج ہے۔

سوال (۱): ابتداء قامت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے یا نہیں۔

(۲) اگر مکروہ نہیں تو افضل ابتداء اقامت میں کھڑے ہونا ہے یا حی علی الصلوۃ پر

(۳) اگر حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا افضل ہے تو جمعہ کے روز خطبہ سے فارغ ہو کر امام منبر پر بیٹھا رہے یا مصلے پر یہاں تک کہ موذن حی علی الصلوۃ پر پہنچے۔

الجواب: مقدمة الروایات بنفسه بعضها بعضاً. اس کے بعد سمجھنا چاہیے کہ حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو در مختار قبیل صفۃ الصلوۃ میں منجملہ آداب سے کہا ہے اور آداب کے صفت کی تصریح کی ترکھا لا یوجب اساءة ولا عتابا لکن فعله افضل اس سے معلوم ہوا کہ یکره له الانتظار میں یکره سے مراد ترک افضل ہے اس کے منجملہ ایسے آداب کہ شروع امام فی الصلوٰۃ اذا قیل قدقامت

الصلوۃ کو شمار کر کے کہا ولو اخر حتی اتمھالا بأس به اجماعاً اس کے بعد اس تاخیر کو اعدل المذاہب اور اصح کہا ہے اور اصح ہونے کی دلیل ردالمختار میں یہ بیان کی ہے لان فیه محافظة علی فضیلة متابعة المؤذن واعانته له علی الشروع مع الامام اس قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک ادب کے ترک کو بھی تاخیر شروع امام کو عارض محافظت واعانت کی وجہ سے ترجیح ہے۔ اسی طرح دوسرے ادب یعنی قیام عند حی علی الصلوۃ کے ترک کو یعنی تقدیم قیام علی الحیعلتین کو عارض تسویہ صفوف کی وجہ سے راجح کہا جائے گا۔ اور یہ عارض تسویہ نہایت مؤکد ہے و عامۃ الناس کے عدم اہتمام وقلت مبالات کی وجہ سے مشاہدہ ہے کہ حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونے سے امام کے تحریمہ کے وقت تک صفوف کا تسویہ نہیں ہو سکتا بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ پہلے سے کھڑے ہو جانے پر بھی اگر تسویہ صفوف کا انتظار کیا جائے تو اقامت وتحریمہ میں فصل کی ضرورت ہوتی ہے پس اس عارض مؤکد کے لئے اس ادب کو ترک کر دیں گے۔ اس سے سب سوالوں کا جواب معلوم ہو گیا۔ (امداد الفتاویٰ)

آپ نے مندرجہ بالا فتویٰ مع توجیہ شنیعہ ملاحظہ فرمایا کہ کس طرح تسویہ صفوف کی علت نکال کر اقامت کے وقت پہلے ہی سے کھڑے رہنے کی ترغیب دی گئی ہے یہ ایک ایسی ترغیب ہے جس سے سنت نبویہ ﷺ کا ترک ہی نہیں بلکہ مسخ لازم آتا ہے جو قطعاً قابل اعتماد نہیں۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ مولانا صاحب خود ہی بحوالہ درمختار وہ عبارت پیش کر رہے ہیں جس میں پہلے ہی سے کھڑے رہنے کی ممانعت اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی فضیلت صراحۃً موجود ہے جس کو تسلیم بھی کر رہے ہیں لیکن اپنی قوت اجتہادیہ کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے علماء سلف وخلف کی گردنیں پھلانگ گئے اور جو بات ان مجتہدین عصر کی سمجھ میں نہ آئی اور نہ کبھی آ سکتی تھی۔ مولانا مذکور نے بیان کر کے ان کی روحوں سے اپنا اجتہادی ہتھوڑا منوا کے چھوڑا۔

مولوی تھانوی صاحب کے فتویٰ کا خلاصہ

مولانا کی لمبی اجتہادی باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء سلف وخلف نے تشریح کی ہے کہ جب اقامت کہنے والا قد قامت الصلوۃ پر پہنچے تو نماز کا ادب یہ ہے کہ امام تکبیر تحریمہ باندھ لے لیکن تکبیر پوری ہو جانے کے بعد اگر تحریمہ باندھے تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ ایسی صورت میں تکبیر اولیٰ کا ثواب موذن بھی حاصل کر لے گا تو جس طرح یہاں پر ایک ادب کو اقامت کہنے والے کی وجہ سے ترک کرنے میں کوئی جرح نہیں بالکل اسی طرح صفوف کی درستگی کی خاطر نماز کے ایک اور ادب کو بھی چھوڑ دیا جائے گا اور اقامت سے قبل ہی قیام کیا جائے گا۔

مولوی تھانوی صاحب کے غلط اجتہاد سے سنت کا صفایا

یہ ایک ایسا اجتہاد ہے جس میں مولانا صاحب متفرد ہیں ان کے علاوہ کسی کو بھی یہ بات نہ سوجھی اور نہ سوجھ سکتی تھی مولانا نے ایسا نکتہ نکالا جس سے ان کی قوت اجتہادیہ مفسدیہ کا شہرہ اور سنت نبویہ ﷺ کا خوب اچھی طرح صفایا ہو گیا۔ حالانکہ قد قامت الصلوۃ پر قیام اور تحریمۂ امام اور قیام عند حی علی الصلوۃ کے درمیان بڑا فرق ہے اس کو اس پر قیاس ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔

مولوی تھانوی صاحب کی قیاسی باتوں کا جواب

پہلا فرق تو یہ ہے کہ تحریمہ عند قد قامت الصلوۃ میں مؤذن کی تکبیر اولیٰ کے ثواب کے فوت ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے لیکن قیام عند حی علی الصلوۃ میں اس قسم کا کوئی اندیشہ نہیں چنانچہ علماء سلف وخلف نے بالاتفاق اجازت فرمائی ہے کہ پوری اقامت ہو جانے کے بعد امام تحریمہ باندھے تاکہ کبھی ایسا نہ ہو کہ اقامت کہنے والے غریب کے تحریمہ کا ثواب جاتا رہے اس لیے کہ قد قامت الصلوۃ پر تحریمہ اور قرأت میں کوئی زیادہ

وقفہ نہیں ہوتا صرف ثناء وتعوذ وتسمیہ ہی پڑھنے تک وقفہ ملتا ہے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں تو یہ ممکن ہے کہ کوئی امام ان تینوں سے فارغ ہو جائے اور اقامت کہنے والا اقامت پوری کرتے کرتے ابھی تحریمہ بھی نہ باندھنے پائے کہ امام قرأت شروع کر دے ایسی صورت میں مؤذن کی تکبیر اولیٰ کا ثواب بایں معنیٰ کہ ثناء فوت ہو جائے گی یقیناً فوت ہو گیا۔ اسی خدشہ کے پیش نظر پوری اقامت ہو جانے کے بعد امام کو تحریمہ باندھنے کی اجازت ہوئی تاکہ معاونت علی الخیر کا ثواب ادھر امام کو حاصل ہو تو دوسری طرف اقامت کہنے والے کو تکبیر اولیٰ کا ثواب یعنی ثناء کا ثواب بھی حاصل ہو جائے۔

دوسرا فرق

یہ ہے کہ تحریمہ قد قامت الصلوٰۃ کے بعد کسی قسم کی خارجی مہلت کا تصور ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر قسم کی گفتگو بلکہ ہر وہ چیز جو منافی صلوٰۃ ہے۔ یعنی وہ فعل جو نماز کے اندر کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے تحریمہ کے بعد قطعاً ممنوع ہے جس طرح ثناء و تعوذ و بسملہ کے بعد قرأت مسلم امر ہے اسی طرح اقامت اور تحریمہ کے درمیان ضرورتاً مہلت وفاصلہ بالاتفاق جائز ہے لہٰذا اقامت اور تحریمہ امام میں فصل کی آڑ لینا اپنی غلطی پر پردہ ڈالنا ہے اور لوگوں کو مسلک احناف سے پھیرنا ہے اس لئے کہ اقامت شروع سے لے کر آخر تک نماز نہیں بلکہ اعلان نماز ہے لہٰذا بعد اقامت وہ چیزیں جو منافی ہیں مثلاً تسویۂ صفوف و انتظار امام تاخیر تحریمہ جبکہ معلوم ہے کہ امام حجرہ سے آ رہا ہے وغیرہ جائز ہیں اور یہ فاصلہ ممنوعہ نہیں۔

اقامت ہو جانے کے بعد سرکار ﷺ صفوں کو درست فرماتے پھر تحریمہ باندھتے

چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے ملاحظہ ہو۔ مسلم شریف میں ہے:

عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ ﷺ یسوی صفوفنا حتیٰ کانما یسوی بھا القداح حتی رای انا قد عقلنا عنہ ثم خرج یوما فقام حتیٰ کادان یکبر فرای رجلا بادا صدرہ من الصف فقال عباد اللہ لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ وجوھکم

کہ نعمان بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو سیدھا فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ گویا ان سے تیروں کی سیدھائی معلوم ہو جاتی اور آپ نے سمجھ لیا کہ ہم تسویہ صفوف کو جان گئے پھر ایک دن (حسب دستور) مسجد میں تشریف لائے تو (تکبیر تحریمہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور قریب تھا کہ تحریر باندھ لیں کہ ایک شخص کو دیکھا اس کا سینہ صفوں سے باہر نکلا ہوا ہے تو فرمایا کہ اے اللہ کے بندو ضرور ضرور اپنی صفوں کو سیدھی رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔

یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ سرکار دو عالم ﷺ جب اپنے حجرۂ پاک سے قدم پاک باہر نکالتے تو آپ کے منتظر حضرت بلال اقامت شروع کر دیتے اور سرکار جس صف سے گزرتے وہ اپنی جگہ پر ہی کھڑی ہو جاتی یہاں تک کہ تقریباً اختتام اقامت تک اپنے مصلی پر جلوہ افروز ہو جاتے اور مقتدیوں کی صفوں کو درست فرمانے کے بعد تکبیر تحریمہ کہتے جس کا پورا بیان آگے آ رہا ہے۔

از روئے حدیث و فقہ اقامت و تحریمہ میں فصل جائز ہے

اسی راوی سے ابوداؤد شریف میں یوں مروی ہے۔

عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ ﷺ یسوی صفوفنا اذا قمنا الی الصلوٰۃ فاذا استوینا کبر

کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کہا جب ہم نماز کو کھڑے ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے اور جب ہم سیدھے ہو جاتے تو سرکار تکبیر تحریمہ باندھتے۔

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان ضرورۃً فصل جائز بلکہ ضروری ہے۔

نیز علماء نے لکھا ہے کہ امام کو مسجد میں آتے دیکھ کر مؤذن نے اقامت شروع کر دی اور اختتام پر معلوم ہوا کہ امام نے ابھی سنت ادا نہیں کی ہے تو امام کے سنت ادا کرنے تک ٹھہر جائیں گے اور پہلے کی طرح یہ فاصلہ بھی فاصلہ ممنوعہ نہیں یعنی دوبارہ اقامت کہنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہی کافی ہے۔

چنانچہ جامع الرموز ج ا ص ۵۸ میں ہے۔

وذکر فی المنیۃ انہ اذا اقام والامام ما لم یصل رکعتی الفجر لا یجب الاعادۃ بعد ادائہ

کہ منیہ میں مذکور ہے کہ جب امام نے سنت فجر ادا نہ کی ہو اور مؤذن نے اقامت کہہ دی تو امام کے سنت ادا کرنے کے بعد پھر اقامت کہنا کوئی ضروری نہیں۔

اور عالمگیری ج ا ص ۵۳ میں ہے۔

حضر الامام بعد اقامۃ المؤذن بساعۃ او صلی سنۃ الفجر بعدھا لایجب اعادتھا کذافی القنیۃ

کہ امام اقامت مؤذن کے تھوڑی دیر بعد حاضر ہوا۔ یا اقامت ہو جانے کے بعد سنت فجر پڑھی تو اقامت کا دوبارہ کہنا واجب نہیں۔ ایسا ہی قنیہ میں ہے۔

تیسرا فرق

یہ ہے کہ جس طرح قد قامت الصلوۃ پر جب اقامت کہنے والا پہنچے تو ادب یہ ہے کہ امام تحریمہ باندھ لے۔ اسی طرح اقامت پوری ہو جانے کے بعد اگر امام تحریمہ باندھے تو بھی ادب نماز ترک نہیں ہوتا ہاں قد قامت الصلوۃ سے پہلے تحریمہ باندھ لے تو ادب نماز یقیناً چھوٹ جائے گا۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔ موصوف نے اپنے فتویٰ میں اپنا مشاہدہ بھی ذکر کیا ہے کہ عامۃ الناس کے عدم اہتمام وقلت مبالات کی وجہ سے الخ یعنی اس وجہ سے حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونے سے روکا ہے کہ تحریمۂ امام تک صفیں سیدھی نہیں ہوسکتیں۔ حالانکہ صفیں سیدھی کرنے کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے۔ اور اگر صفیں سیدھی کی جائیں۔ تو اقامت وتحریمۂ امام میں فاصلہ ہو جائے گا۔

مولوی تھانوی صاحب کی متضاد باتیں

غالباً ان کے نزدیک مطلقاً فاصلہ خواہ ضرورت شرعی سے ہو یا کسی اور وجہ سے بہر صورت ناجائز وعبث ہے اسی لئے اقامت سے پہلے ہی محض صفیں سیدھی کرنے کی نیت سے کھڑے ہو جانے کا حکم دیا ہے۔ خواہ سیدھی ہوں یا نہ ہوں صرف قیام قبل از اقامت اس نیت سے ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ پہلے سے کھڑے ہو جانے پر بھی اگر تسویہ صفوف کا انتظار کیا جائے تو اقامت وتحریمۂ امام میں فصل کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں اقامت کے بعد فوراً تحریمۂ امام اتنا ضروری ہو گیا کہ اب تسویہ صفوف کا خیال ہی نہ کیا جائے گا۔ یعنی امام صفیں سیدھی ہونے کا بالکل انتظار نہ کرے گا۔ بلکہ اقامت ختم ہوتے ہی تحریمہ باندھ لے گا۔ اس لئے کہ اگر اقامت کے بعد صفیں سیدھی کرے گا تو اقامت وتحریمہ میں فاصلہ ہو جائے گا۔ جو ان کے نزدیک ناجائز ہے۔

لہٰذا وہ تسویہ جس کی آڑ لے کر کہا گیا تھا کہ اس عارض مؤکد کے اس ادب (یعنی حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونے) کو ترک کر دیں گے اب اس کی یہاں پر کوئی اہمیت نہ رہی۔

ناظرین کرام خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ ان بے ربط و متضاد باتوں کو تسلیم کیا جائے یا ان احادیث مقدسہ اور اقوال فقہا کبار کو جو اوپر کچھ بیان ہوئے اور ابھی مفصل بیان آگے آ رہا ہے۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ ایسی بے ربط و متضاد باتیں ذکر کر کے بھی بڑے فخر کے ساتھ فرمایا جا رہا ہے کہ اس سے سب سوالوں کا جواب معلوم ہو گیا۔

حضرت صدر الشریعت علیہ الرحمت کا صحیح فتویٰ

مندرجہ بالا فتویٰ کی نقاب کشائی کے بعد سب سے پہلے تیمناً و تبرکاً سیدنا و مرشدنا علامہ فقیہ زمانہ استاذ العلماء و الاصفیاء حضرت الحاج صدر الشریعت بدر الطریقت حکیم ابو العلی امجد علی الاعظمی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ کا صحیح و موافق سنت نبویہ ﷺ فتویٰ درج کرتا ہوں اس کے بعد ناظرین کرام کی مزید طمانیت قلب کے لئے دیگر فقہا و محدثین عظام کی اصل عبارات پیش کروں گا جس سے خود بخود مخالفین کے مدعا کا بخوبی رد ہو گا۔

پھر بھی اگر کوئی شک و شبہ میں غلطاں و پیچاں رہے تو یقیناً وہ مریض ہے اسے چاہیئے کہ سب سے پہلے اپنے مرض کا علاج کرائے شک و شبہ از خود جاتا رہے گا۔

ملاحظہ ہو بہار شریعت ج ۳ ص ۳۴ میں ہے۔

اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو یونہی جو لوگ مسجد میں موجود ہیں وہ بیٹھے رہیں اس وقت اٹھیں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے یہی حکم امام کے لئے ہے (عالمگیری) آج کل اکثر جگہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت اقامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے کہ جب تک امام مصلے پر کھڑا نہ ہو اس وقت تک تکبیر نہیں کہی جاتی یہ خلاف سنت ہے۔

بیشک طریقۂ مسنونہ یہی ہے کہ لوگ حی علی الصلاۃ یا حی علی الفلاح پر

کھڑے ہوں۔ فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے بعض نے فرمایا ہے کہ حی علی الصلوۃ پر کھڑا ہونا چاہئے اور بعض نے حی علی الفلاح پر لیکن دونوں پر عمل کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ جب اقامت کہنے والا پہلی بار حی علی الصلوۃ کہے تو قیام شروع کر دیا جائے تاکہ پہلی بار حی علی الفلاح کہنے تک خود بخود قیام پورا ہو جائے۔ انتظار نماز میں اقامت شروع ہونے سے پہلے ہی کھڑا ہو جانا قطعاً حدیث پاک کے خلاف ہے۔ چنانچہ بخاری شریف، ترمذی شریف اور ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں وارد ہوا ہے ملاحظہ فرمایا جائے۔

اذا اقیمت الصلوۃ سے چند مسائل مستنبط ہوئے

اذا اقیمت الصلاۃ فلا تقوموا حتی ترونی — کہ جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو تم کھڑے نہ ہوا کرو یہاں تک کے مجھے دیکھ لو۔

اس حدیث پاک سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جب اقامت کہی جانے لگے تو سب لوگ بدستور اطمینان سے بیٹھے رہیں اور جب سرکار دوعالم ﷺ کو دیکھ لیں کہ آپ تشریف لے آئے تو اس وقت کھڑے ہو جائیں محدثین عظام و فقہاء اعلام نے اس حدیث پاک سے چند مسائل مستنبط فرمائے ہیں جو ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ (۱): امام ابھی حجرۂ مسجد میں یا بیرون مسجد ہے اور اقامت شروع کر دی گئی تو لوگوں کو حکم یہ ہے کہ سکون سے بیٹھے رہیں اگرچہ اقامت پوری ہو چکی ہو اور جب امام نماز گاہ میں آ جائے تو سب لوگ فوراً کھڑے ہو جائیں۔

مسئلہ (۲): اگر امام مسجد ہی میں ہے اور اقامت شروع ہوئی تو فوراً کھڑے نہ ہوں بلکہ جب حی علی الصلوہ یا حی علی الفلاح یا قدقامت الصلوٰۃ کہا جائے تو امام کے ساتھ سب لوگ کھڑے ہوں۔

مسئلہ (۳): اقامت شروع ہو چکی ہے اور امام لوگوں کی پچھلی جانب سے آ رہا ہے تو جس صف سے گذرے وہ صف پوری کھڑی ہوتی چلی جائے حتی کہ امام اپنے مصلی پر پہنچ جائے۔

مسئلہ (۴): اقامت شروع ہوئی اور امام لوگوں کے سامنے سے آ گیا تو لوگ امام کو دیکھتے ہی فوراً کھڑے ہو جائیں۔

مسئلہ (۵): اقامت ہو چکی اور ابھی امام آیا نہیں تو لوگ کھڑے ہو کر انتظار نہ کریں اس لئے کہ مکروہ ہے۔

چنانچہ ترمذی شریف ص ۹۶ میں ہے

عن ابی قتادة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ اذا اقیمت الصلوة فلاتقوموا حتی ترونی خرجت قال ابو عیسیٰ حدیث ابی قتادة حدیث حسن صحیح وکره قوم من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرهم ان ینتظر الناس الامام وهم قیام

کہ ابو قتادہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب نماز کی اقامت کہی جائے تو نہ کھڑے ہوا کرو یہاں تک کہ تم لوگ مجھے دیکھ لو کہ میں نکل آیا۔ ابو عیسیٰ (صاحب ترمذی شریف) نے کہا کہ ابو قتادہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اصحاب نبی کریم علیہ السلام وغیرہم کی ایک اہل علم جماعت نے مکروہ جانا ہے کہ لوگ امام کا کھڑے ہو کر انتظار کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اقامت شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا طریقۂ صحابہ کرام و تابعین عظام کے خلاف ہے۔ نیز ترمذی شریف اسی صفحہ میں علامہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ المتوفی ۲۷۹ھ نے اب سے ۱۱۰۵ برس قبل لکھا ہے۔

وقال بعضهم اذا کان الامام فی المسجد واقیمت الصلوة فانما یقومون اذا قال المؤذن قدقامت الصلوه قد قامت الصلوه وهو قول ابن المبارک

کہ بعض نے فرمایا ہے جب امام مسجد میں ہو اور اقامت کہی جائے تو مؤذن کے قدقامت الصلوٰہ دو مرتبہ کہنے پر ہی لوگ قیام کریں اور یہی قول ابن المبارک کا ہے۔

اور اب سے ۳۸۹ برس قبل علامہ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد حنبلی المتوفی ۹۹۵ھ فتح الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۹۵ میں فرماتے ہیں۔

وذهب الاكثرون الى انهم اذا كان الامام معهم فى المسجدلم يقوموا حتى تفرغ الاقامة وعن انس كان يقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰه	کہ اکثر علماء کرام اس بات کی طرف گئے ہیں کہ جب امام قوم کے ساتھ مسجد میں موجود ہو تو جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو جائے کھڑے نہ ہوں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو صحابی ہیں) اس وقت

کھڑے ہوتے جب مؤذن قد قامت الصلوٰہ کہتا۔

ان روایتوں سے بھی یہ روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اقامت سے قبل یا شروع ہوتے ہی کھڑے نہ ہونا چاہیئے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ صحابہ کرام و تابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم سے زیادہ احادیث نبوی ﷺ کو دوسرا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

علماء مالکیہ کا مسلک

مگر افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور مسلک حنفی کے خلاف فتوی صادر کرتے ہیں اور ضد میں حضرت امام مالک اور حضرت سعید بن مسیب رحمہما اللہ وغیرہ کے قول و فعل کو پیش کیا کرتے ہیں حالانکہ امام مالک اور جمہور علماء مالکیہ نے قیام کی کوئی حد ہی مقرر نہ فرمائی ہاں عامۃ العلماء المالکیہ مؤذن کے اقامت شروع کرنے کے بعد قیام کو پسند کرتے ہیں۔ مگر اس سے کیا نتیجہ؟ اس سے بھی تو اقامت شروع ہونے سے پہلے کھڑے ہو جانے کی تائید نہیں ہوتی اور اگر تائید ہوتی بھی تو ہمیں کیا ہم تو حنفی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کریں گے۔

اسی طرح حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ ایک تابعی ہیں جو مرتبۂ اجتہاد پر فائز نہیں ان کا اپنا الگ جو بھی مسلک ہو ہمارے لئے قابل عمل نہیں اور یہ بھی واضح ہونا

چاہیئے۔ کہ جہاں کہیں ان کا مسلک بیان کیا گیا ہے وہیں وہ حدیث الباب حجۃ علیہم بھی ہے کہ اقامت کے بارے میں جو حدیث پاک مسلک حنفی کے مطابق وارد ہوتی ہے وہ حدیث ان سب پر حجت ہے۔ یعنی مالکیہ اور سعید بن میسّب کے مسلک حدیث اذا اقیمت الصلوۃ فلا تقوموا حتی ترونی کے مطابق نہیں یہ حدیث پاک ان لوگوں پر دلیل ہے۔

قیام کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال

قیام کے بارے میں دراصل فقہاء و علماء کرام کے کئی اقوال پائے جاتے ہیں بعض نے تو حی علی الصلوٰہ اور بعض نے حی علی الفلاح پر اور کچھ نے قد قامت الصلوہ پر اور کچھ نے اقامت پوری ہوجانے پر کھڑے ہونے کا قول کیا ہے اور معدودے چند نے اقامت شروع ہوتے ہی اور چند نے قبل اقامت کھڑے ہونے کا قول کیا ہے لیکن مؤخر الذکر دونوں قول منسوخ ہیں کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے اخیر میں فرمایا۔ فلاتقوموا حتی ترونی خرجت کہ تم لوگ جبتک مجھے نہ دیکھ لو کہ میں تشریف لایا کھڑے نہ ہوا کرو اور جیسا کہ اوپر گزرا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے تشریف لاتے لاتے حضرت بلال رضی اللہ عنہ حی علی الصلوہ اور کبھی حی علی الفلاح اور کبھی قد قامت الصلوۃ پر پہنچ جاتے اور اس وقت تک ہر ایک صف باری باری حضور کی تشریف آوری پر کھڑی ہو جاتی۔

مختلف احادیث کی توجیہ و تطبیق

چنانچہ اب سے ۷۰۷ برس قبل شیخ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ نے اکامل شرح مسلم شریف ج ا ص ۲۲۱ میں زیر بحث اذا اقیمت الصلوہ فلا تقوموا الخ پوری وضاحت سے یوں بیان فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔

باب متی یقوم الناس للصلوٰۃ. فیہ قولہ ﷺ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی وفی	”کہ لوگ نماز کے لئے کب کھڑے ہوں“ کا بیان اس کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ نماز کے

روایة ابی هریرة رضی الله عنه
اذا اقیمت الصلوة فقمنا فعدلنا
الصفوف قبل ان یخرج الینا
رسول الله ﷺ وفی روایة ان
الصلوٰة کانت تقام رسول
الله ﷺ فیاخذ الناس مصافهم
یاخذالناس مصافهم قبل ان یقوم
النبی ﷺ فی مقامه وفی روایة
جابربن سمرة رضی الله عنه
کان بلال رضی الله عنه یوذن
اذا رحضت فلا یقیم حتی
یخرج نبی الله ﷺ فاذاخرج
اقام الصلوة حین یراه قال
القاضی عیاض رحمه الله
یجمع بین مختلف هذه
الاحادیث بان بلالا رضی الله
عنه کان یراقب خروج
النبی ﷺ من حیث لا یراه

لئے اقامت کہی جائے تو تم لوگ
کھڑے نہ ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے
نہ دیکھ لو اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی روایت میں ہے کہ جب نماز کے
لئے اقامت کہی جاتی تو ہم لوگ
کھڑے ہو جاتے پس صفوں کو
درست کرتے اس سے پہلے کہ اللہ
کے رسول ﷺ ہماری طرف تشریف
لائیں اور ایک روایت میں ہے۔
نماز کی اقامت رسول اللہ ﷺ کے
لئے کہی جاتی تھی تو لوگ اپنی اپنی صف
بندی کی جگہ لے لیتے۔ اس سے قبل
کہ نبی ﷺ اپنے مقام پر آ کر قیام
فرمائیں اور حضرت جابر بن سمرہ رضی
اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ کہ جب
سورج نصف النہار سے ڈھل جاتا تو
حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے
اور اقامت نہ کہتے یہاں تک کہ اللہ
کے نبی ﷺ (حجرہ اقدس سے)
خارج فرماتے تو جب خروج فرماتے

غیره اوالا قليل فعند اول خروجه يقيم ولا يقوم الناس حتى يروه ثم لا يقوم مقامه حتى يعدل الصفوف وقوله في رواية ابى هريرة رضى الله عنه فياخذ الناس مصافهم قبل خروجه لعل كان مرة اومرتين و نحوهما لبيان الجواز اولعذر ولعل قوله ﷺ فلا تقوموا حتى ترونى كان بعد ذلك قال العلماء والنهي عن القيام قبل ان يروه لئلايطول عليهما القيام ولانه قديعرض له عارض فتا خربسببه واختلف العلماء من السلف فمن بعدمتى يقوم الناس للصلوة فمذهب الشافعى رحمة الله تعالىٰ عليه و طائفة انه يستحب ان لايقوم احد حتى يفرغ المؤذن من الاقامة ونقل القاضي عياض

اور حضرت بلال دیکھ لیتے تو نماز کے لئے اقامت کہتے قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ ان مختلف حدیثوں کو یوں جمع کیا جائے گا۔ کہ بیشک حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک ایسے مقام سے نبی ﷺ کا انتظار فرماتے تھے۔ جہاں سے ان کے سوا سرکار ﷺ کو کوئی نہ دیکھ پاتا یا معدودے چند ہی دیکھتے تو سرکار کے ابتداء خروج کے وقت اقامت شروع کر دیتے۔ اور لوگ کھڑے نہ ہوتے یہاں تک کہ سرکار کو دیکھ لیتے پھر اپنے مقام پر قیام نہ فرماتے یہاں تک کہ صفوں کو برابر کر لیا جاتا اب رہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ لوگ اپنی اپنی صف بندی کی جگہ لے لیتے۔ سرکار کے خروج فرمانے سے قبل ہی تو شاید ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ایسا ہوا اور اگر ایسا کیا بھی گیا تو بیان

عن مالک رحمه الله تعالیٰ وعامة العلماء انه يستحب ان يقوموا اذا اخذ المؤذن في الاقامة فقال انس رضی الله عنه يقوم اذا قال المؤذن قدقامت الصلٰوة فذا قال قدقامت الصلوٰة الصف اذا قال حی علی الصلوة وبه قال احمد رضی الله عنه قال ابو حنيفة رضی الله عنه والکوفيون يقومون في الصف فاذا قال قدقامت الصلوة کبر الامام وقال

جمهور العلماء من السلف و الخلف لا يکبر الامام حتیٰ يفرغ المؤذن من الاقامة.

جواز کے لئے یا پھر کسی عذر کی وجہ سے اور اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان کہ تم لوگ کھڑے نہ ہو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔ شاید اس (ایک یا دو مرتبہ واقعہ) کے بعد کا ہے۔ "لہٰذا اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جانا اس حدیث پاک کے منسوخ ہو گیا علماء کرام نے فرمایا ہے کہ سرکار ﷺ کے دیکھنے سے پہلے کھڑے ہونے کی ممانعت اس لئے ہوئی ہے کہ لوگوں کو دیر تک کھڑا نہ رہنا پڑے۔ اور اس لئے بھی کہ سرکار ﷺ کو کوئی وجہ درپیش ہوتی تو دیر ہو جاتی اور علماء سلف اور ان کے بعد والوں میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لئے کب کھڑے ہوں اور کب امام تکبیر تحریمہ کہے تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا مذہب ہے کہ مستحب یہ ہے کہ کوئی شخص اٹھ کھڑا نہ ہو یہاں تک کہ مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو جائے۔ اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ

نے حضرت امام مالک اور عام علماء مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم سے نقل فرمایا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کر دے تو لوگ کھڑے ہوں تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو کھڑے ہوں اور یہی امام احمد رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے اور امام ابو حنیفہ اور علماء اہل کوفہ نے فرمایا کہ لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اور جب قد قامت الصلوۃ کہے تو امام تکبیر تحریمہ کہے اور جمہور علماء سلف وخلف نے فرمایا کہ امام تحریمہ نہ باندھے جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو جائے۔

امام محمد اور مؤطا شریف

اور اب سے ۱۲۰۵ برس قبل حضرت امام محمد بن حسن شیبانی المتوفی ۱۷۹ھ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ جو مؤطا امام محمد ص ۸۷ میں ہے۔

قال محمد ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوۃ فیصفوا ویسووا الصفوف ویحاذی بین المناکب فاذا اقام کبر الامام وهو قول ابی حنیفة رحمه الله	امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ لوگوں کو چاہئے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو سب لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوں اور صف بندی کر لیں اور صفوں کو برابر کر لیں اور اپنے اپنے مونڈھوں کو بھی برابر کر لیں۔

پس جب اقامت ہو جائے تو امام تکبیر تحریمہ کہے اور یہی قول (فتویٰ) امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

امام شافعی اور امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ کا مسلک

اور اب سے ۵۲۹ برس قبل حضرت العلام بدر الدین محمود بن احمد عینی بغدادی المتوفی ۸۵۵ھ نے اپنی کتاب عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۲ ص ۶۷۶ میں تحریر فرمایا ہے۔

ومذهب الشافعي وطائفة انه يستحب ان لايقوم حتى يفرغ المؤذن من الاقامة وهو قول ابي يوسف

امام شافعی اور ایک طائفہ کا مذہب یہ ہے کہ مستحب ہے کہ لوگ نہ کھڑے ہوں یہاں تک کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہے۔

نیز عینی اسی صفحہ میں ہے۔

امام زفر و امام اعظم و محمد وغیرہم کے اقوال

وقال زفر مؤذن قال قد قامت الصلوة مرة قاموا واذا قال ثانية افتتحوا وقال ابو حنيفة ومحمد يقومون في الصف اذا قال حي على الصلوة فاذا قال قدقامت الصلوٰة كبر الامام لانه امين الشرع وقد اخبر بقيامها فيجب تصديقه واذالم يكن الامام في المسجد فذهب جمهور الى انهم لايقومون حتى يروه.

کہ امام زفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو لوگ کھڑے ہو جائیں اور جب دوسری مرتبہ کہے تو نماز شروع کر دیں اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ لوگ اسوقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الصلوۃ کہے پس جب قد قامت الصلوٰۃ کہے امام تحریمہ باندھ لے اس لئے کہ شرع کے امین

نے قیامِ نماز کی خبر دی تو اس کی تصدیق واجب ہو گئی۔ اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور علماء کرام اس بات کی طرف گئے ہیں کہ لوگ کھڑے نہ ہوں جب تک امام کو دیکھ نہ لیں۔

نتیجہ:

ان احادیث و شروح احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ اقامت کے وقت پہلے سے کھڑے ہو جانا کسی طرح صحیح و درست نہیں بلکہ مکروہ ہے اور بالخصوص مسلک احناف کے بالکل خلاف ہے ہم ذیل میں فقہاء کرام و علماء اعلام کے فتاویٰ بحوالۂ کتب مع صفحات درج کرتے ہیں اور یہ خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جس قدر بھی فتاوی درج ہونگے سب مسلک احناف کے مطابق ہوں گے جس پر معلوم ہو جانے کے بعد خود عمل کرنا ایک حنفی المذہب کے لئے ضروری اور دوسروں کو تعلیم و ترغیب دینا مذہبی فرض ہوگا۔

تلفیق تقلید کے خلاف ہے

علماء کرام نے تلفیق حرام لکھی ہے یعنی جس کا مقلد ہے اس کی پوری پوری پیروی نہ کرتا ہو بلکہ جس امام کا مسلک اپنی طبیعت کے مطابق اور آسان محسوس ہوتا ہو اس پر عمل کرتا ہو تقلید کے معنی ہی بلا دلیل پورے بھروسے کے ساتھ کسی کی پیروی کرنے کے ہیں اور جب کوئی شخص اپنے امام کے مسلک کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے مسلک پر عمل کرے گا تو تقلید کا مفہوم بگڑ جائے گا۔ اور یہ کسی طرح ایک مقلد کو جائز نہیں۔

مسجد میں داخل ہوتے ہی اقامت شروع ہوئی جب بھی بیٹھ جائے

فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ اقامت کے وقت سب لوگ بیٹھے رہیں اور جب حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کہا جائے تو امام و مقتدی سب کھڑے ہوں پہلے ہی کھڑے نہ ہوں کہ مکروہ ہے۔

چنانچہ اب سے ۲۶۵ سال سے بھی پہلے کی ایک اجماعی کتاب عالمگیری جو اورنگ زیب عالمگیر علماء عصر کے اتفاق سے مسلک حنفی پر مرتب کروائی جلد اص ۵۷ میں ہے۔

اذا دخل الرجل عند الاقامة یکره له الانتظار قائماً ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح کذافی المضمرات

کہ جب کوئی مسجد میں اقامت کے وقت داخل ہو تو کھڑے ہو کر انتظار نماز کرنا اس کے لئے مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن اپنے قول حی علی الفلاح پر پہنچے تو کھڑا ہو۔ ایسا ہی مضمرات میں ہے۔

اور اب سے ۲۹۶ سال سے بھی پہلے علامہ سید علاء الدین محمد بن جمال الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب درمختار شرح تنویر الابصار ج اص ۲۹۵ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

دخل المسجد والمؤذن یقیم قعدالی قیام الامام فی مصلاه

کہ کوئی شخص مسجد میں اس وقت داخل ہوا کہ مؤذن اقامت کہہ رہا تھا تو امام کے اپنے مصلا پر کھڑے ہونے تک بیٹھ جائے۔

اور اب سے ۱۲۸ سال سے بھی پہلے اسی کے حاشیہ ردالمختار ج اص ۲۹۵ میں علامہ محمد امین بن عابدین شامی دمشقی فرماتے ہیں۔

ویکره له الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ الموذن حی علی الفلاح

کہ کھڑے ہو کر انتظار نماز کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے تو کھڑا ہو۔

نیز اسی درمختار میں دوسری جگہ ج اص ۳۵۴ میں ہے۔

مقتدیوں کے سلسلہ میں مکمل معلومات

والقیام لا مام ومؤتم حین حی علی الفلاح خلافا لزفر فعنده عند حی علی الفلاح ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتهی علیه الامام علی الاظهروان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرهم الیه الااذا اقام الامام بنفسه فی المسجد فلایقوموا حتی یتم اقامته (ظهیریه) وان خرج قام کل صف ینتهی الیه الامام

کہ اور کھڑا ہونا امام ومقتدی کے لئے حی علی الفلاح کے وقت امام زفر کا مسلک اس کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک حی علی الصلاۃ کے وقت کھڑا ہونا ہے اگر امام محراب کے قریب ہو ورنہ (سب بیٹھے رہیں) ہر وہ صف کھڑی ہو جس کے پاس امام پہنچے ظاہر مذہب صحیح یہی ہے اور اگر امام آگے سے داخل ہو تو امام کو دیکھتے ہی سب لوگ کھڑے ہو جائیں مگر جب امام خود مسجد میں اقامت کہے تو نہ کھڑے ہوں یہاں تک کہ امام اپنی اقامت پوری کرے اور اگر خروج کرے (جیسا حدیث میں گذرا) تو ہر وہ صف کھڑی ہو جس کے پاس امام پہنچے۔

حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے سلسلہ میں فتاویٰ شامیہ کے اندحوالہ جات

قوله (حین قیل حی علی الفلاح) کذافی الکنز ونور

صاحب درمختار کا قول ہے کہ جب حی علی الفلاح کہا جائے تو

الایضاح والاصلاح و الظهيريه والبدائع وغيرها والذى فى الدرمتنا وشرحا عند الحيعلة الاولى يعنى حين يقال حى على الصلوة وعزاه الشيخ اسماعيل فى شرحه الى عيون المذاهب و الفيض والوقايه و النقاية والحاوى والدر المختار قلت واعتهده فى الملتقى وحكى الاول بقيل يكن نقل ابن كمال تصحيح الاول الخ	کھڑے ہوں ایسا ہی مندرجہ ذیل کتابوں میں لکھا ہے کنز،نورالایضاح اصلاح ،ظہیریہ ،بدائع ،وغیرھا الدار متناوشرحا کہ حی علی الصلوۃ پر قیام کیا جائے اور شیخ اسماعیل نے اپنی شرح میں (درج ذیل کتب کی طرف منسوب کیا ہے اور شیخ اسماعیل نے اپنی شرح میں (درج ذیل کتب کی طرف منسوب کیا ہے) عیون المذاہب ،فیض، وقایہ، نقایہ، حاوی، درمختار میں کہتا ہوں کہ اسی پر اعتماد کیا گیا، ملتقی میں اوراول (حی علی الصلوہ) کو قیل سے بیان کیا گیا

ہے۔(جوضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے) لیکن ابن کمال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پہلے ہی یعنی حی علی الصلوہ کی تصحیح فرمائی ہے۔

اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی کتاب الآثار ص ۲۵ مطبوعہ لاہور میں تحریر فرماتے ہیں۔

اذا قال المؤذن حى على الفلاح فان ينبغى للقوم ان يقوموا فيصفوا فاذا قال موذن قدقامت الصلوه كبرالامام قال	کہ مؤذن حی علی الفلاح کہے تو لوگوں کو چاہیے۔ کہ کھڑے ہوں پس صف بندی کر لیں اور جب مؤذن قدقامت الصلوہ کہے تو امام تکبیر تحریمہ

محمد و به ناخذوهو قول ابی حنیفة رضی الله عنه

کہے اور امام محمد نے فرمایا۔ کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول (فتویٰ) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

اور اب سے ۷۰۴ برس سے بھی قبل تاج الشریعت علامہ محمود ابن صدر الشریعت اکبر احمد علیہ الرحمۃ اپنی کتاب وقایہ جو شرح الوقایہ ج ا ص ۱۵۵ میں فرماتے ہیں۔

ویقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰہ

کہ حی علی الصلوہ کے وقت امام و مقتدی کھڑے ہوں

اور اب سے ۸۰ برس قبل فاضل عصر علامہ ابوالحسنات محمد عبدالحیٰ لکھنوی عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ میں فرماتے ہیں۔

ای مواضعهم الی الصف وفیه اشارة الی انه اذادخل المسجد یکره له الانتظارقائما بل یجلس فی موضع ثم یقوم عند حی علی الفلاح وبه صرح فی جامع المضمرات

یعنی لوگ اپنی اپنی جگہوں سے صف میں آ کر کھڑے ہوں۔ اور اس میں اشارہ اس بات کا ہے کہ جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ کسی جگہ بیٹھ جائے پھر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہو۔ جامع المضمرات میں اسی کی تصریح کی ہے۔

اور اب سے ۶۷۶ برس پہلے ابو برکات علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی نے کنز الدقائق ج ا ص ۲۴ میں فرمایا ہے

والقیام حین قیل حی علی الفلاح

کہ جب حی علی الفلاح کہا جائے تو قیام کیا جائے

حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے پر مولوی محمد احسن نانوتوی دیوبندی کا فتویٰ

اور اسی کے حاشیہ پر مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی لکھتے ہیں۔

ای مسارعة لا متثال الامر ھذا اذا کان الامام بقرب المحراب

کہ جب امام محراب کے نزدیک ہو اس وقت حی علی الفلاح (کامیابی کی طرف آؤ) کہتے ہی حکم کی تعمیل میں جلدی کرتے ہوئے قیام کیا جائے گا۔

اور اب سے ۳۱۵ سال قبل علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی اپنی کتاب مراقی الفلاح ص ۱۶۶ میں فرماتے ہیں۔

ومن الادب القیام ای قیام القوم والامام ان کان حاضراً بقرب المحراب حین قیل ای وقت قول المقیم حی علی الفلاح لانه امر به فیجاب وان لم یکن حاضرا فیقوم کل صف ینتھی الیه الامام فی الاظھر

کہ ادب نماز قیام ہے یعنی قوم وامام کا قیام اگر امام محراب کے نزدیک ہو۔ جبکہ اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے اس واسطے کہ حی علی الفلاح کہہ کر اس نے قیام کا حکم دیا لہٰذا اسے قبول کیا جائے گا۔ اور اگر محراب کے نزدیک امام حاضر نہ ہو تو ہر وہ صف جس کے پاس چل کر امام پہنچے وہ کھڑی ہو جائے۔

اقامت شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ غافل ہیں

اور اس کے حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۶۶ میں ہے جواب سے ۱۱۴ سال سے بھی قبل علامہ احمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ملاحظہ ہو۔

واذا اخذ المؤذن فی الاقامة ودخل رجل المسجد فانه يقعد ولاينتظر قائما فانه مكروه كمافي المضمرات قهستاني و يفهم منه كراهة القيام ابتداء الاقامة والناس عنه غافلون.

کہ جب مؤذن اقامت شروع کردے اور کوئی مسجد میں آئے تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے اس لئے کہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات قہستانی میں ہے۔ اور اس سے یہ مسئلہ سمجھ میں آتا ہے کہ شروع اقامت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں۔

یہاں تک تو ان فقہاء احناف کے فتاویٰ اور تعامل کا ذکر کیا گیا۔ جن پر جملہ احناف کا اتفاق واتحاد ہے اب ان کا بھی قول ملاحظہ فرمایا جائے جو مخالفین مسلک ہذا کے پیشوا ہیں ان مخالفین کی یہ عجیب دیانتداری ہے کہ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور نہایت شدومد سے حنفی مسلک کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ اور نور الایضاح ص ۶۹ میں ہے۔

والقيام عندحي على الفلاح

کہ حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا چاہیے۔

علماء دیوبند کے فتوے

حی علی الفلاح پر قیام کے بارے میں مولوی اعزاز علی دیوبندی کا فتویٰ

اوراس کے حاشیہ میں مولانا اعزاز علی دیوبندی لکھتے ہیں۔

ای من الادب قیام القوم	کہ نماز کا ادب یہ ہے کہ قوم اور اگر
والامام ان کان حاضرا بقرب	محراب کے قریب امام موجود ہے تو
المحراب وقت قول المقیم	جبکہ اقامت کہنے والا حی علی
حی علی الفلاح لان المقیم فی	الفلاح کہے۔اس وقت کھڑے
ضمن قولہ ھذا امر بالقیام	ہوں اس لئے کہ اقامت کہنے والے
فیجاب وان لم یکن حاضرا	نے حی علی الفلاح کہنے کے ضمن
یقوم کل صف حین ینتھی الیہ	میں کھڑے ہونے کا حکم دیا تو اسے
الامام	قبول کیا جائے گا۔اور اگر امام موجود نہ

ہوتو کوئی شخص نہ کھڑا ہو یہاں تک کہ امام آ جائے اور جس صف کے پاس پہنچے وہ کھڑی ہو جائے۔

مولوی قاضی ثناءاللہ پانی پتی کا فتویٰ

مولوی قاضی ثناءاللہ پانی پتی جوان لوگوں کے نزدیک بڑے ہی معتبر اور قابل اعتماد ہیں جولوگ اس مسئلہ میں محض ضد میں ہماری مخالفت کرتے ہیں اپنی کتاب مالا بدمنہ ص ۴۰ میں لکھتے ہیں۔

طریقه خواندن نماز بروجه سنت آن است که اذان گفته شود و اقامت و نزد حی علی الصلوه برخیزد	کہ مسنون طریقہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اذان و اقامت کہی جائے اور حی علی الصلوہ کے وقت کھڑے ہوں

تعصب میں اندھا دھند مخالفت کا انجام

لیکن تعصب نے نہیں اتنا اندھا کر دیا ہے کہ یہ بھی نہ سوجھا کہ ان کے اپنے خاص مقتدا نے اس مسئلہ کے بارے میں کیا لکھا ہے یا یہ کہا جائے کہ ان لوگوں نے اگرچہ کسی کا نام نہ لیا لیکن یہ واضح کرنے کی سعی بلیغ کی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد وقاضی القضاۃ ابو یوسف اور امام زفر وامام حسن بن زیاد جیسے ائمہ احناف اور امام محمد بن ادریس الشافعی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر ان کے اپنے پیشوا و مقتدی مولوی اعزاز علی دیو بندی و مولوی قاضی ثناء اللہ پانی پتی ومحمد احسن نانوتوی وغیرہم سب کے سب احادیث مقدسہ سے کورے اور فقہ سے نابلد اور اصول قیاس وطریقہء استنباط سے قطعاً ناآشنا تھے۔ مگر ہم تو یہ جانتے ہیں کہ سورج پر جو بھی خاک ڈالتا ہے وہ خاک خود اسی کی آنکھ اور منہ میں پڑتی ہے چنانچہ ان لوگوں نے اس جیسے اور بہت سے مسائل میں زبردست ٹھوکر کھائی ہے لیکن ان کا حال اس ضدی ناتواں کا سا ہے جس نے ایک توانا پہلوان سے مقابلہ کیا اور جب نیچے گرا تو ٹانگ اونچی کر کے شور کیا کہ میں جیت گیا۔ ان لوگوں نے اقامت سے پہلے ہی کھڑے ہو جانے کا قیاس کر کے ائمہ مجتہدین خصوصاً ائمہء احناف رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منہ چڑھایا حق تو یہ ہے کہ انہیں اپنے آپ کو حنفی بلکہ کسی کا مقلد ہی نہ کہنا چاہیئے۔ ناظرین کتاب نے خوب اچھی طرح سے ملاحظہ فرمایا کہ بیرون مسجد اذان کہنا سنت خیر الانام اور طریقہء صحابہ وتابعین عظام کے عین مطابق اور اندرون مسجد خلاف سنت ہے اسی لیے حضرات آئمہء احناف وغیرھم کے نزدیک اندرون مسجد اذان کہنا خواہ اذان خطبہ

جمعہ ہی کیوں نہ ہو مکروہ ہے اور آپ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ اقامت یعنی تکبیر کے وقت بیٹھے رہنا اور حی الصلوٰۃ پر نماز کے لئے کھڑا ہونا سنت سرکار علیہ وطریقہ صحابہ کبار و تابعین جاں نثار کے عین موافق ہے اسی لئے حضرات ائمۂ احناف رضی اللہ عنہم نے اقامت کے وقت شروع ہی میں کھڑے ہو جانے کو مکروہ لکھا ہے۔

علماء کرام اور عوام سے اپیل

جب یہ بات خوب اچھی طرح ثابت ہو چکی تو اب کوئی وجہ نہیں کہ اس کے خلاف کیا جائے اور اگر کوئی خلاف کرے گا تو سنت مٹے گی اور بلاوجہ حدیث وفقہ اور تعامل علماء اعلام کے خلاف اقدام ہوگا۔ جس کا عذاب اس کی گردن پر ہوگا لہٰذا میری اپیل خصوصاً ان علماء کرام سے ہے جن کا فرض منصبی تبلیغ ہے کہ زمانہ حاضرہ میں یہ سنتیں قریب مٹ چکی ہیں ان سنتوں کو زندہ کرنے کی شبانہ روز انتھک کوشش کریں اور عوام کو بھی چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو ایسے کار خیر میں تعاون کر کے سو شہیدوں کا ثواب جیسا کہ اوپر مکمل بیان گذرا حاصل کریں اور اپنے مبلغین کا پورا پورا ساتھ دے کر ان کی حوصلہ افزائی کرنا بیشک داخل حسنات ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

کہ تم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ نیکو کاری اور پرہیز گاری پر تعاون کرو اور بدکاری اور گنہ گاری پر کسی کا ساتھ نہ دو

اقامت کے چند ضروری مسائل فقہیہ

اب اقامت کے چند ضروری مسائل ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں اس کے بعد نماز کے اہم ترین مسائل بیان ہوں گے جس میں واضح طور پر بتایا جائے گا کہ فرض و واجب و سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ اور جملہ نوافل پڑھنے کا کیا طریقہ ہے۔

اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے کہ اقامت کی نیت اذان کے لحاظ سے بہت ہی زیادہ ہے لہٰذا جنبی یا (جنب) اور محدِث کی اقامت مکروہ ہے لیکن اعادہ کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ اس کی تکرار مشروع نہیں کیونکہ اقامت صرف حاضرین کی اطلاع کے لئے ہے اور یہ بہر صورت حاصل ہو جاتی ہے دوبارہ کہنے کی ضرورت نہیں اور اذان چونکہ غائبین کی اطلاع کے لئے ہوتی ہے لہٰذا اس کی تکرار جائز ہے کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ امورِ دینیہ یا دنیویہ کی وجہ سے پہلی مرتبہ میں کچھ لوگوں نے نہ سنی ہو تو وہ لوگ اب سنکر مطلع ہو جائیں گے لیکن بلا وجہ اس کی بھی تکرار ممنوع ہے۔

مسئلہ (۱) پانچ چیزیں اذان واقامت کے دوران پائی جائیں تو دوبارہ کہنا ضروری ہے

چنانچہ فتویٰ قاضیخان میں ہے

خمس خصال لو وجدت في الأذان اوفي الاقامة توجب الاستقبال اذا غشي على المؤذن في الاذان اوفي الاقامة يستقبل غيره وكذا اذامات في خلال الاذان اوفي الاقامة اوعجز عن الاتمام ولم يكن هناك من يلقنه يجب الاستقبال وكذا اذا اخرس في الاذان او في الاقامة وعجز عن الاتمام يستقبل غيره

کہ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر اذان و اقامت میں پائی جائیں تو ازسرنو دوبارہ کہنا واجب ہوگا (۱) جبکہ اذان و اقامت کے دوران موذن پر غشی طاری ہو جائے (۲) یا مؤذن کی ان دونوں کے دوران موت واقع ہو جائے (۳) یا بھول جائے اور بتانے والا بھی نہ ہو جو بتا سکے (۴) یا ان دونوں کے درمیان زبان بند ہو جائے (۵) یا بھولا تو نہیں مگر کسی اور وجہ سے پوری نہ کر سکے۔

مسئلہ (۲) جب امام اقامت خود کہے تو ختم پر لوگ کھڑے ہوں

امام اگر اذان واقامت خود ہی کہے تو یہ مستحسن ہے لیکن جب امام اقامت کہہ کر فارغ ہو جائے تو سب لوگ کھڑے ہوں اور اگر کوئی دوسرا کہے اور امام مسجد ہی میں موجود ہے تو سب لوگ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں اور اگر موجود نہ تھا اور اقامت شروع ہوتے ہی مسجد میں آیا اور صفوں کی جانب سے اپنے مصلے پر جا رہا ہے تو جس صف کے پاس پہنچے وہ فوراً کھڑی ہو جائے اور اگر امام لوگوں کے سامنے سے آ جائے تو دیکھتے ہی سب لوگ کھڑے ہو جائیں اور اگر امام کسی طرف سے آتا دکھائی دے تو جب تک آ نہ جائے لوگ کھڑے نہ ہو بلکہ سب لوگ بیٹھے ہی رہیں یہاں تک کہ امام آ جائے چنانچہ اصل عبارت فتاوی عالمگیری ج ا ص ۵۷ میں یوں ہے ملاحظہ ہو۔

ان كان المؤذن غير الامام وكان القوم مع الامام في المسجد فانه يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علماء نا الثلثة وهو الصحيح واما اذا كان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفوف فلما جاوز صفاً قام ذلك الصف وان كان الامام دخل المسجد من قدامهم يقومون كما رء و

کہ اگر اذان کہنے والا امام کے علاوہ کوئی اور ہو اور مقتدی امام کے ساتھ ہی مسجد میں ہوں تو امام ومقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے یہ ہمارے تینوں علماء کرام، ابوحنیفہ وامام محمد وامام زفر رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے لیکن امام جب مسجد سے باہر ہو تو اگر مسجد میں صفوں کی طرف سے داخل ہو تو جس صف سے گذرے تو وہ صف کھڑی ہو جائے اور اگر امام ان

الامام وان كان المؤذن والامام واحداً فان اقام في المسجد فالقوم لايقومون مالم يفرغ من الاقامة و ان اقام خارج المسجد فمشائخنا اتفقوا على انهم لا يقومون مالم يدخل الامام المسجد.

کے آگے سے داخل ہو تو امام کو دیکھتے ہی سب لوگ کھڑے ہو جائیں اور اگر اذان کہنے والا اور امام ایک ہی شخص ہو تو اگر مسجد کے اندر اقامت کہے تو مقتدیوں میں سے کوئی نہ کھڑا ہو جب تک امام اقامت سے فارغ نہ ہو جائے اور اگر امام مسجد سے باہر ہے تو ہمارے مشائخ نے اس بات پر اتفاق فرمایا ہے کہ جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہو جائے کوئی نہ کھڑا ہو۔

مسئلہ (۳) میدان میں بھی نماز باجماعت کیلئے اذان و اقامت ہے

میدان میں بھی اگر نماز باجماعت ادا کی جائے تو اذان و اقامت کہہ لینا چاہئے۔ لیکن اگر اذان نہ بھی کی جائے تو کراہت نہیں اور اقامت کہے بغیر جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے چنانچہ قاضی خاں ص ۷۸ میں ہے

وان صلوا بجماعة في المفازة ان تركوا الاذان لايكره وان تركوا الاقامة يكره وقيل لايترك الاذان "ايضا"

کہ لوگ میدان میں جماعت سے اگر نماز پڑھیں اور اذان ترک کر دیں تو کراہت نہیں اور اگر اقامت ترک کریں گے تو نماز مکروہ ہوگی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اذان ترک کرنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ (۴) امام مصلیٰ پر کھڑا ہو کر اقامت نہ کہے بلکہ مؤذن کی جگہ پر

اگر امام خود اقامت کہے تو مصلیٰ پر کھڑے ہو کر بہتر نہیں بلکہ مؤذن کی جگہ کھڑے ہو کر کہے اور جب قدقامت الصلوٰۃ پر پہنچے تو اب اختیار ہے خواہ وہیں پوری اقامت کہہ کر آگے بڑھے یا قدقامت الصلوہ پر مصلیٰ پر جائے چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں صفحہ مذکورہ میں یوں عبارت مرقوم ہے ملاحظہ فرمایا جائے۔

واذا انتهى المؤذن فى الاقامة الى قوله قدقامت الصلوٰة له الخيار ان شاء اتمها فى مكانه وان شاء مشى الى مكان الصلوٰة اماما كان المؤذن اولم يكن

کہ جب اقامت کہنے والا اقامت کہتے ہوئے قدقامت الصلوۃ پر پہنچے تو اسے اختیار ہے اگر چاہے تو اپنی جگہ پر اقامت پوری کرے یا اگر چاہے تو آگے بڑھ کر اپنی جائے نماز پر چلا جائے اقامت کہنے والا خود امام ہی ہو یا کوئی اور ہو۔

(بہر صورت قد قامت الصلوٰہ تک مؤذن کی جگہ پر اقامت کہی جائے گی۔)

حنفی مسلک کے مطابق نماز کے بارے میں چند حدیثیں

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طریقہ نماز کے متعلق تبرکا چند حدیثیں بیان کی جائیں اس کے بعد حنفی مسلک کے مطابق جو طریقہ ہے بیان ہوگا جس میں فرض، واجب، سنت، مستحب بھی ہوں گے۔

حدیث تعدیل ارکان

بخاری شریف مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۷۵ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ مسجد کی ایک جانب تشریف فرما تھے اُس نے نماز پڑھی پھر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

وعلیکم السلام قم فصل فانک لم تصل — جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

وہ گئے اور نماز ادا کی پھر حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا۔ فرمایا

وعلیکم السلام قم فصل فانک لم تصل — جاؤ نماز پڑھو اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

وہ گئے اور نماز پڑھی پھر حاضر ہو کر سلام کیا۔ فرمایا

وعلیکم السلام قم فصل فانک لم تصل — جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

تیسری بار یا اس کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تعلیم فرمائیے۔ ارشاد فرمایا جب نماز کے لئے کھڑے ہونا چاہو تو کامل وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر اللہ اکبر کہو پھر جتنا قرآن پڑھنا تمہیں آسان ہو پڑھو پھر رکوع کرو یہاں تک کہ رکوع میں اطمینان ہو جائے پھر اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں تمہیں اطمینان ہو جائے۔ پھر اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اسی طرح پوری نماز میں کرو۔

(۲) امام احمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور پچھلی صف میں ایک شخص تھا جس نے نماز میں کچھ کمی کی جب سلام پھیرا تو اسے پکارا کہ اے فلاں تو اللہ سے ڈرتا نہیں کیا تو دیکھتا نہیں کہ تو نماز کیسے پڑھتا

ہے؟ تم لوگ یہ گمان کرتے ہوں گے کہ جو تم کرتے ہو اس میں سے کچھ مجھ پر پوشیدہ رہ جاتا ہوگا؟ خدا کی قسم اپنے پیچھے ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ سامنے۔ مشکوٰۃ ج اص ۷۷ باب مایقرء بعد التکبیر۔

مقتدی قرأت نہ کرے

(۳) نیز حدیث ابوہریرہ وقتادہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی قرأت نہ کریں بلکہ چپ رہیں اور یہی کچھ قرآن عظیم کا بھی ارشاد ہے

وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ — کہ جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور

وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ — چپ رہو اس امید پر کہ تم رحم کئے جاؤ

(۴) ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام تو اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو تم چپ رہو۔

نماز میں رفع یدین نہ کرے

(۵) دارقطنی وابن عدی کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ وابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی تو ان حضرات نے ہاتھ نہ اٹھائے مگر نماز شروع کرتے وقت۔

(۶) امام مسلم واحمد حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں جیسا کہ چنچل گھوڑے کی دمیں۔ نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔

(۷) اور امام جب غیر المغضوب علیهم والاالضالین کہے تو مقتدی بآواز بلند آمین نہ کہیں بلکہ آہستہ سے ادا کریں جسے صرف خود کہنے والا سنے کہ صحیح ادا کرلیا کیونکہ یہی

طریقہ برحق اور حدیث کے مطابق ہے جیسا کہ ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فقال آمین و خفض بها صوته کہ آمین کہی اور اس میں آواز پست رکھی اور حدیث پاک میں جو مدبها صوته آیا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آمین کہا گیا۔ دراصل اس لفظ کو ۳ طرح سے پڑھا اور بولا جا سکتا ہے۔ امین، آمن، آمین تو سرکار ﷺ نے اپنی آواز مقدس (بڑھا) لمبا کر کے اس لفظ کو ادا فرمایا ہے۔ یعنی آمین ارشاد فرمایا۔ اس حدیث پاک کے معنی باآواز بلند ادا کرنے کے نہیں ہیں دراصل مد کے معنی بڑھانے اور دراز کرنے کے ہیں نہ کہ چلانے کے، قرآن پاک میں جگہ جگہ مدآ تا ہے۔ جس کا مفہوم ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ جس لفظ کے اوپر علامت مد ہوگی اس کو کھینچ کر اور بڑھا کر ادا کیا جائے گا۔ مثلاً آمن الرسول میں آمن کو مد کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ بغیر مد یعنی اَمَنَ نہیں۔

نماز کے فرائض

نماز میں سات فرائض ہیں جن کے چھوٹ جانے سے نماز قطعاً ہوتی ہی نہیں اور وہ یہ ہیں تکبیر تحریمہ، قیام، قرأت، رکوع، سجود، قعدہ اخیرہ، خروج بصنعه

نماز کے ۳۴ واجبات

اس کے علاوہ نماز کے ۳۴ واجبات بیان کیے جاتے ہیں جن میں سے کسی ایک کے چھوٹ جانے سے بھی نماز نہیں ہوتی لیکن اگر سجدۂ سہو کر لیا جائے تو نماز مکمل ہو جائے گی (۱) تکبیر تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر کا ہونا (۲) سورۂ فاتحہ کا ایک ایک لفظ اس طرح پڑھنا کہ کوئی لفظ بلکہ کوئی حرف نہ چھوٹے (۳) سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی دوسری صورت ملانا جو ۳ چھوٹی چھوٹی آیتوں کی مقدار ہو یا ایک لمبی آیت جو ۳ کے برابر ہو پڑھنا (۴) فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا (۵) الحمد کے بعد فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور سنت و نفل اور واجب کی ہر رکعت میں سورۃ کا ملانا (۶) الحمد کا سورۃ سے پہلے ہونا (۷) ہر رکعت

میں سورۃ سے پہلے الحمد ایک ہی بار پڑھنا (۸) سوائے آمین و بسم اللہ کے الحمد اور سورۃ کے درمیان کسی اجنبی کا فاصلہ نہ ہونا (۹) قرأت کے بعد فوراً رکوع کرنا (۱۰) ایک سجدہ کے بعد دوسرا سجدہ اس طرح کرنا کہ دونوں کے درمیان کوئی رکن فاصل نہ ہو (۱۱) تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجود و قومہ و جلسہ میں کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا (۱۲) رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا (۱۳) جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا (۱۴) قعدۂ اولیٰ اگرچہ نماز نفل ہو (۱۵) فرض و وتر و سنت مؤکدہ میں صرف تشہد عبدہ و رسولہ تک پڑھنا اس سے زائد نہ پڑھنا (۱۶) قعدۂ اولیٰ و قعدۂ ثانیہ اور اسی طرح جتنے بھی قعدہ کرے سب میں التحیات عبدہ و رسولہ تک پڑھنا (۱۷) لفظ السلام علیکم پہلی بار (۱۸) السلام پھر دوسری بار کہنا اور علیکم واجب نہیں نہ پہلی بار نہ دوسری بار (۱۹) اور وتر میں دعاء قنوت پڑھنا (۲۰) تکبیر قنوت کہنا (۲۱) عیدین کی ۶ تکبیرات مکمل کہنا (۲۲) عیدین میں دوسری رکعت کی تکبیر رکوع کہنا اور اس تکبیر میں لفظ اللہ اکبر کہنا (۲۳) ہر وہ نماز جس میں بلند آواز سے پڑھا جائے جیسے فجر و مغرب و عشا میں امام کا آواز سے پڑھنا (۲۴) ظہر و عصر میں آہستہ سے پڑھنا (۲۵) ہر واجب و فرض کا اپنی جگہ پر ہونا (۲۶) ہر رکعت میں ایک ہی بار رکوع ہونا (۲۷) ہر رکعت میں دو سجدوں کا ہونا (۲۸) دوسری رکعت کی تکمیل سے پہلے اور اسی طرح چوتھی کی تکمیل سے پہلے قعدہ کرنا۔ (۲۹) نماز میں آیت سجدہ پڑھا ہو تو نماز میں سجدہ کرنا (۳۰) سہو ہوا یعنی واجب اور واجبات چھوٹ جانے اور جو چیزیں اپنی اپنی جگہ فرض ہیں آگے پیچھے ہو جانے سے سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے اس سجدہ سہو کا ادا کرنا (۳۱) دو فرض یا دو واجب یا واجب و فرض کے درمیان ۳ تسبیح کی مقدار وقفہ نہ ہونا (۳۲) امام جب قرأت شروع کرے بلند آواز سے ہو یا آہستہ سے اس وقت مقتدیوں کا چپ رہنا (۳۳) سوائے قرأت کے تمام واجبات میں امام کی مطابقت کرنا (۳۴) کسی قعدہ میں التحیات کا کوئی حصہ بھول جانے سے سہو کا سجدہ واجب ہوتا ہے اس کا ادا کرنا۔

سجدہ سہو ادا کرنے کی ترکیب

ان کے علاوہ کچھ سنت مؤکدہ ہیں اور مستحبات جن کے چھوٹ جانے سے نماز تو ہو جاتی ہے لیکن ثواب کم ملتا ہے سجدۂ سہو ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں صرف التحیات عبدہ ورسوله تک پڑھ کر اپنی داہنی طرف سلام پھیرے اور فوراً دو سجدے، دوسرے سجدوں کی طرح کرے پھر اسی طرح بیٹھ کر پھر سے التحیات اور اس کے بعد درود شریف اور دعاء ماثورہ پڑھے اور دونوں طرف سلام پھیرے۔

مسلک حنفی کے مطابق نماز ادا کرنے کا صحیح طریقہ

اب آپ حنفی مسلک کے مطابق نماز پڑھنے کا صحیح اور واضح طریقہ ملاحظہ فرمائیے۔

باوضو قبلہ رو دونوں پاؤں کے پنجوں میں ۴ انگل کا فاصلہ کر کے کھڑے ہوں اور دونوں ہاتھوں کو کانوں کی طرف اس طرح لے جائے کہ مٹھی بندھی ہوئی ہو اور جب کانوں تک پہنچ جائیں تو مٹھی کھول دیجئے۔ اور انگوٹھوں کو کانوں کی لو سے ملا دیجئے۔ اور بقیہ انگلیاں کانوں کے اوپر نہ زیادہ ملی ہوئی ہوں اور نہ کھلی ہوئی بلکہ اپنی معتدل حالت پر ہوں اور دونوں ہتھیلیاں قبلہ کی طرف اچھی طرح سے ہوں جیسا کہ فتاویٰ قاضیخاں برعالمگیری ج ا ص ۸۵ میں ہے۔

ویقبض اولا اصابعه ویضمها فاذا اراد التكبير ينشوا صابعه ولا يفرج بين اصابعه كل التفريج ولا يضمها كل الضم وانما يفرج بين اصا بعه كل التفريج في الركوع ويضم كل الضم في السجود ويرفع يديه حذاء اذنيه ويمس طرف

کہ پہلے اپنی انگلیوں کو ملائے اور مٹھی باندھ رکھے اور جب تکبیر کہنے کا ارادہ کرے تو ساری انگلیاں کھول دے نہ خوب پھیلائے اور نہ خوب ملائے رکھے اس لئے کہ انگلیوں کا خوب پھیلائے رکھنا تو رکوع میں ہوتا ہے اور خوب اچھی طرح ملائے رکھنا سجدوں میں اور اپنے ہاتھوں کو اپنے دونوں

ابهاميه شحمة اذنيه واصابعه فوق اذنيه	کانوں کے برابر اٹھائے اور اپنے انگوٹھے کے نوک اپنے دونوں کانوں سے مس کردے اور بقیہ انگلیاں کانوں کے اوپر رکھے۔

اب نیت کرکے اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھوں کو نیچے لائے اور ناف کے نیچے اس طرح باندھے کہ داہنی ہتھیلی کی گدی بائیں کلائی کے شروع حصہ پر ہو اور بیچ کی ۳ انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلیاں کلائی کے اغل بغل ہوں۔ اب ثناء پڑھے یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ پھر تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پھر تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اس کے بعد الحمد شریف پوری اور ختم پر آہستہ سے آمین پڑھے پھر تسمیہ کرکے کوئی چھوٹی یا بڑی سورت پڑھئے اب اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیے اور گھٹنوں کو ہاتھوں سے اس طرح پکڑے کہ ہتھیلیاں گھٹنوں پر ہوں اور انگلیاں خوب پھیلی ہوئی ہوں اور ایسا نہ ہو کہ انگوٹھا ایک طرف اور بقیہ انگلیاں دوسری طرف ہوں اور ایسا بھی نہ ہو کہ ساری انگلیاں ایک ہی طرف ہوں بلکہ کھلی ہوئی پاؤں کی پشت کی طرف انگلیوں کے سرے ہوں اور پیٹھ خوب برابر بچھی ہوئی ہو اور سر پیٹھ سے نہ اونچا ہو نہ نیچا اور کم از کم ۳ بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہے پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیے اور اگر اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں تو اس کے بعد رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ بھی کہے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں اس ترکیب سے جائے کہ پہلے گھٹنے زمین پر پڑیں پھر ہاتھ اور دونوں ہاتھوں کے درمیان پہلے ناک پھر پیشانی زمین پر رکھے پھر سر رکھے اور پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھ کے اتنا دبائے کہ ناک کی ہڈی زمین پر لگ جائے کیونکہ یہ واجب ہے۔ اگر بلا عذر شرعی ان دونوں میں سے ایک میں بھی کوتاہی ہوگی تو سجدہ ہی نہ ہوگا اور بازؤں کو

کروٹوں اور پیٹ کو رانوں اور رانوں کو پنڈلیوں سے بالکل جدا رکھے اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے پیٹ کو قبلہ رو جمائے اور ہتھیلیاں بچھا کر اور ہاتھ کی انگلیاں خوب ملا کر قبلہ رو رکھے اور کم از کم ۳ بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے پھر سر اٹھائے پھر ہاتھ اور داہنا قدم کھڑا کر کے اس کی سب انگلیاں قبلہ رخ کرنے کی کوشش کرے اور بایاں قدم بچھا کر خوب سیدھا بیٹھ جائے اور ہتھیلیاں بچھا کر رانوں پر گھٹنوں کے پاس رکھے۔ اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کو ہوں پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدے کو جائے اور بالکل اسی طرح دوسرا سجدہ کرے پھر سر اٹھائے۔ پھر ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے اب صرف بسم اللہ پڑھ کر قرأت شروع کر دے۔ اور اسی طرح رکوع و سجود کر کے داہنا قدم کھڑا کر کے بایاں قدم بچھا کر بیٹھ جائے۔

تشہد میں انگشت شہادت اٹھانے کی ترکیب

اگر دو رکعت ہی پڑھنی ہوں تو التحیات للہ الخ یعنی تشہد عبدہ ورسولہ تک پڑھنے کے بعد درود شریف اور کوئی دعاء ماثورہ منقولہ بھی پڑھے تشہد پڑھتے ہوئے جب اشھد ان لا الہ الا اللہ میں لا کے لفظ پر پہنچے تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی کا سرا اور انگوٹھے کا سرا ملا کر حلقہ بنائے اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملا دیجئے اور لا کے لفظ پر کلمہ کی انگلی اٹھایئے۔ مگر اس کو حرکت نہ دیجئے۔ اور اِلاَّ کے لفظ پر گرا دیجئے۔ اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لیجئے۔ اور اگر دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنی ہوں تو التحیات صرف عبدہ ورسولہ تک پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوں اور مذکورہ بالا طریقہ سے بقیہ نمازیں پڑھے مگر یہ یاد رہے کہ فرضوں کی ان اخیر والی دو رکعتوں میں صرف الحمد شریف پوری پڑھنا چاہیئے سورۃ کا ملانا ضروری نہیں اور اگر ملا بھی لی تو کوئی حرج نہیں لیکن شریعت مطہرہ کی جانب سے رخصت تامہ ہے لہٰذا نہ ملانا ہی بہتر ہے۔ اب پچھلا قعدہ جس کے بعد اپنی نماز ختم کرے گا۔ اس میں پورے تشہد کے بعد درود شریف اور دعاء ماثورہ بھی پڑھی جائے گی۔

درود شریف اور دعا یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَ وَالْجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّکَ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

پھر داہنی طرف منہ کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ کہے پھر بائیں طرف یہ جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے امام اور منفرد (تنہا نماز پڑھنے والے) کے لئے ہے۔ مقتدیوں کے لئے اس میں بعض باتیں جائز نہیں مثلاً امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ یا کوئی اور سورۃ کا پڑھنا اسی طرح عورت بھی بعض امور میں مستثنیٰ ہے۔ عورت سینہ پر ہاتھ باندھے گی اور سجدہ زمین سے چپک کر اور سارے اعضا کو سمیٹ کر کرے گی۔ قعدہ میں کوئی پیر کھڑا نہ رکھے گی بلکہ داہنی طرف نکال کر سرینوں کے بل بیٹھے گی۔

وتر سنت مؤکدہ غیر مؤکدہ جملہ نوافل کا صحیح طریقہ

اب واجب وسنت مؤکدہ جس کو سنت راتبہ بھی کہتے ہیں اور غیر مؤکدہ جس کو سنت غیر راتبہ بھی کہتے ہیں۔ اور نیز جملہ نوافل پڑھنے کا طریقہ ملاحظہ فرمایا جائے یہ وہ چیزیں ہیں جو اردو زبان میں وضاحت کے ساتھ کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آئیں۔ اور عوام تو بجائے خود رہے شب و روز کا مشاہدہ ہے کہ ۷۵ فیصد ائمۂ مساجد جن کو لوگ عالم سمجھتے ہیں ان مسائل سے ناواقف ہیں۔ ایسے لوگوں سے میری اپیل ہے کہ ان مسائل کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور عوام کو صحیح مسائل کی تعلیم دیں۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ ستر سال

کے بوڑھے جو علماء کرام کی صحبت میں طویل مدت تک رہ کر شبانہ روز ان کی خدمت میں مصروف رہنے پر فخر کرتے ہیں اور کچھ نہ کچھ مسائل سے واقفیت بھی رکھتے ہیں لیکن ان مسائل سے بالکل ناواقف بلکہ دور کا بھی لگاؤ نہیں۔ علماء کرام کی صحبت میں سالہاسال رہ کر بھی روزمرہ پیش آنے والے ایسے مسائل سے لاعلمی سخت حیرت انگیز اور افسوس ناک ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ علماء کرام کی صحبت نصیب فرمائے تو نشستند وخوردند و برخاستند کے مصداق نہ بنیں یعنی دل بہلانے اور گپ شپ میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ان کی خدمت سے جب اٹھیں تو دو چار صحیح مسائل کے حامل ہو کر اٹھیں اور نہ تضیع اوقات کا گناہ دونوں کی گردن پر ہوگا اور کل قیامت کے دن لاعلمی کا بہانہ کام نہ آئے گا۔

نماز وتر واجب ہے صرف رمضان المبارک میں اس کو جماعت سے ادا کرنا مستحب ہے اس کے علاوہ گیارہ مہینے الگ الگ ادا کرنا چاہیئے۔ اس کی نیت یوں کی جائے گی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ ثَلٰثَ رَکْعَاتٍ مِنَ الْوِتْرِ مُتَوَجِّهًا اِلَی الْقِبْلَةِ اور چاہے تو اردو میں یوں کہہ لے کہ میں نے تین رکعت نماز وتر کی اللہ کے لئے نیت کی پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر بطریقۂ مذکورہ ہاتھ باندھے اور ثناو تَعَوُّذ و تَسْمِیَہ کے بعد قرأت سورۂ فاتحہ اور بعد تسمیہ (بسم اللہ) ضم سورت ملا کر کے حسب دستور رکوع وسجود کرے پھر جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو تسمیہ و سورۂ فاتحہ پھر ضم سورت کر کے حسب دستور رکوع وسجود جب کر لے گا تو اب قعدہ کرے اور التحیات صرف عبدہ ورسولہ تک پڑھ کر کھڑا ہو جائے۔ اگر کھڑا نہ ہوا اور ایک آیت کی مقدار بیٹھا رہا یا اتنی مقدار میں درود شریف پڑھ گیا تو سجدۂ سہو لازم آجائے گا۔ اور جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو حسب دستور تسمیہ کر کے سورۂ فاتحہ کے بعد پھر تسمیہ کر کے ضم سورۃ کرے اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو کانوں تک تکبیر کہتا ہوا لے جائے پھر نیچے لا کر باندھ لے اور فوراً دعاء قنوت پڑھنا شروع کر دے پھر رکوع وسجود اسی طرح کر کے قعدہ کرے مگر اب پورا تشہد مع درود شریف اور دعاء ماثورہ پڑھ کر داہنے پھر بائیں جانب سلام پھیرے۔

دعاءِ قنوت مع ترجمہ

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ	اے اللہ بیشک ہم تجھ سے مدد طلب
وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ	کرتے ہیں اور تیری مغفرت کے
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ	خواہاں ہیں اور ہم تیرے اوپر ایمان
الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَانَکْفُرُکَ	رکھتے ہیں اور بھروسہ بھی اور ساری
وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ	بھلائیوں کے ساتھ تیری ثناء کرتے
اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ	ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور ہم
وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ	ان کو چھوڑ دیں گے جو تیری نافرمانی
وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی	کریں گے۔ اے اللہ ہم تیری ہی
عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ	عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے
مُلْحِقٌ۔	ہم نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں

اور تیری ہی طرف سعی کرتے ہیں اور تیری ہی جانب رواں دواں ہیں اور تیری ہی رحمت کے امیدوار ہیں اور ہم تیرے عذاب سے خوف کھاتے ہیں بیشک تیرا عذاب کافروں کو لاحق ہونے والا ہے۔

اگر کسی کو یہ دعا یاد نہ ہو تو پوری کوشش سے یاد کرے اور جب تک یاد نہ ہو یہ آیت پڑھے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی	اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا و
الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ	آخرت میں بھلائیاں عطا فرما اور
	ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما

سنت مؤکدہ کی تعداد

جملہ سنت مؤکدہ مندرجہ ذیل ہیں ملاحظہ فرمایا جائے۔ دو رکعت فریضۂ فجر کے فرض سے قبل اور چار رکعت فرض ظہر سے قبل اور دو رکعات اس کے بعد اور دو رکعات فریضۂ مغرب کے بعد اور دو رکعات فریضۂ عشاء کے بعد اور چار رکعات فریضۂ جمعہ سے قبل اور چار رکعات اس کے بعد اور پھر دو رکعات۔ یہ کل ۲۲ رکعتیں ہوئیں یہ سب سنت مؤکدہ ہیں ان کے ادا کرنے کی سرکار دو عالم ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔ اگر کوئی ادا نہ کرے گا تو عندالناس عتاب کا مستحق ہوگا۔ اور عنداللہ عذاب کا۔

سنت موکدہ ادا کرنے کا طریقہ

ان کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعات یا دو رکعات کی نیت کر کے ہاتھ باندھے اور ثناء و تعوذ و تسمیہ کے بعد سورہ الحمد شریف پوری پڑھ کر کوئی چھوٹی یا بڑی سورت یا کم از کم ۳ چھوٹی چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو پڑھے اس کے بعد حسب دستور رکوع و سجود کر کے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اب صرف تسمیہ کر کے الحمد شریف وضم سورت کرے اور جب رکوع و سجود کر لے تو قعدہ کرے اور التحیات صرف عبدہ ورسولہ تک پڑھ کر تیسری کے لئے کھڑا ہو جائے تاخیر ہرگز نہ کرے اور بغیر ثناء حسب دستور قرات ورکوع و سجود کر کے اخیر میں قعدہ کرے اور اس قعدہ میں التحیات پورا پڑھ کر درود شریف اور دعاء ماثورہ کے بعد داہنی پھر بائیں جانب سلام پھیرے اور جب دو ہی رکعت پڑھنا چاہے تو دوسری رکعت پر قعدہ کرے اور التحیات پورا مع درود شریف و دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

وتر اور جملہ سنن کی ہر رکعت میں قرأت واجب ہے

وتر، سنت مؤکدہ، غیر مؤکدہ اور جملہ نوافل کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ واجب ہے اگر ترک کرے گا۔ تو سجدۂ سہولازم آئے گا۔

سنت غیر مؤکدہ اور جملہ نوافل کے ادا کرنے کا طریقہ

اب آپ سنت غیر مؤکدہ اور جملہ نوافل پڑھنے کا صحیح طریقہ ملاحظہ فرمایئے چند سنت غیر مؤکدہ یہ ہیں ۴ رکعات فریضۂ عصر سے قبل اور ۴ رکعات فریضۂ عشاء سے قبل۔

فائدہ: فریضۂ فجر سے قبل جس طرح سوائے دو رکعت سنت مؤکدہ کے کوئی نماز نہیں اس کے بعد بھی سورج نکلنے تک کوئی نماز نہیں اور اسی طرح فریضۂ عصر کے بعد بھی کوئی نماز نہیں ہاں ان وقتوں میں فوت شدہ نماز اور سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی اجازت ہے لیکن مسجد میں فریضۂ فجر وعصر کے بعد ایسی نماز نہ ادا کرے جبکہ اندیشہ، مغالطہ وغیرہ ہو۔

ان سنن غیر مؤکدہ اور ان کے علاوہ جملہ نوافل، تہجد، اشراق، چاشت، اوابین وغیرہ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر چار رکعات کی نیت باندھے تو سب سے پہلے ثناء وتعوذ وتسمیہ کر کے الحمد شریف پوری پھر کوئی سورت یا آیت حسب مذکور بالا پڑھ کر رکوع وسجود کرے اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اب صرف تسمیہ کر کے الحمد شریف پوری پھر اسی طرح کوئی سورت یا آیت پڑھ کر رکوع وسجود کر کے قعدہ کرے اور قعدہ میں التحیات عبدہ ورسولہ، تک پڑھ کر پورا درود شریف بھی پڑھے۔ پھر تیسری کے لئے کھڑا ہوتے ہی پھر سے ثناء وتعوذ وتسمیہ کر کے الحمد شریف پڑھے پھر ضم سورت اور حسب دستور رکوع وسجود کر کے چوتھی رکعت کیلئے کھڑا ہو اور اب صرف تسمیہ کے بعد الحمد شریف پھر ضم سورت کر کے رکوع میں چلا جائے اور جب دونوں سجدوں سے فارغ ہو جائے۔ تو حسب دستور دوسرا قعدہ کرے اور قعدہ میں التحیات مع درود شریف ودعاء ماثورہ پڑھ کر اپنی دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرے۔

فرض کی آخری دو رکعتوں میں ضم سورت یا خاموشی مکروہ ہے

صرف فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف اور ضم سورت واجب ہے اور آخری دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے تو صرف الحمد شریف پڑھے یا سبحان اللہ سبحان

اللہ سبحان اللہ کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہے پھر رکوع کرے جب بھی نماز پوری ہو جائے گی۔ لیکن الحمد شریف کا پڑھنا افضل ہے اور اگر الحمد شریف کے بعد ضم سورت کرے تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔ مگر ضم سورت کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح خاموش رہنا بھی مکروہ ہے۔

چنانچہ اب سے ۷۹۰ سال قبل علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل المیر غنیائی الرشیدانی ہدایہ شریف ج ا ص ۱۲۷ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

القراءة في الفرض واجبة في الركعتين وهو مخير في الاخريين معناه ان شاء سكت وان شاء قرء وان شاء سبح الاان الافضل ان يقرء ولهذا لايجب السهوبتركها في ظاهر الرواية

کہ قرأت فرض کی دو رکعتوں میں واجب ہے۔ اور آخری دو رکعتوں میں اختیار ہے یعنی اگر چاہے تو خاموش رہے اور چاہے تو قرأت کرے اور چاہے تو سبحان اللہ، سبحان اللہ کہے مگر افضل یہ ہے کہ قرأت کرے اور اسی واسطے اس کے ترک سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

اور عالمگیری ج ا ص ۷۶ میں ہے۔

واذا قام يفعل في الشفع الثاني مافعل في الشفع الاول من القيام والركوع والسجود ويقرء الفاتحة فقط وتكره الزيادة على ذلك وان ترك القراءة والتسبيح لم يكن عليه حرج ولا سجدة السهوان كان

کہ جب (فرض کی) تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو تو پہلی دو رکعتوں کی طرح قیام و رکوع و سجود اور فقط سورۂ فاتحہ پڑھے اس سے زیادہ مکروہ ہے اور اگر سورۃ فاتحہ اور تسبیح پڑھنا چھوڑ بھی دے تو کوئی حرج نہیں اور اگر سہواً چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔ لیکن

ساهیا لکن القراءة افضل هذا هوالصحیح من الروایات والسکوت مکروه انتهٰی ملتقطاً

پڑھنا افضل ہے یہ ساری روایتوں میں سب سے زیادہ صحیح روایت ہے اور خاموش رہنا مکروہ ہے۔

سنت مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ثناء نہ پڑھی جائے

سنت مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں درود شریف نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اور اسی طرح جب تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو تو ثناء بھی نہ پڑھے اور سنت غیر مؤکدہ اور جملہ نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں پورا درود شریف اور جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو ثناء و تعوذ و تسمیہ بھی پھر کیا جائے گا۔

چنانچہ عالمگیری ج اص ۱۱۲ میں ہے

وفی الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدهالایصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدة الاولٰی ولا یستفتح اذا قام الی الثالثة بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل

کہ ظہر سے قبل والی چار رکعت اور جمعہ سے قبل والی اور اس کے بعد چار رکعت والی نماز میں پہلے قعدہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھے اور جب تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو تو سُبحانکَ اللّٰھُمَّ (ثناء) بھی نہ پڑھے بخلاف باقی نوافل کے جو ۴ رکعت والی ہیں۔ کہ ان میں ثناء و درود شریف پڑھا جائے گا۔

اور درمختار ج اص ۶۳۳ میں ہے۔

ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدة الاولی فی الاربع قبل

کہ ظہر سے قبل والی چار رکعت اور فریضۂ جمعہ سے قبل والی اور بعد والی

الظهر والجمعة وبعدها ولا يستفتح اذا قام الى الثالثة منها في البواقي من ذوات الاربع يصل على النبي ﷺ ويستفتح ويتعوذ ولو نذرا

چار رکعتوں میں قعدۂ اولیٰ کے اندر نبی ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے اور جب تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو تو ثناء (سُبحانَکَ اللّٰھُمَّ) بھی نہ پڑھے اور باقی چار رکعتوں والی نوافل میں درود شریف بھی پڑھے گا اور ثناء و تعوذ بھی اگرچہ نذر مانی ہوئی نماز ہو۔

چند متفرق ضروری مسائل

سواری پر نوافل جس میں وتر و سنن مؤکدہ وغیر مؤکدہ سب داخل ہیں جائز نہیں جبکہ اتر کر ادا کرنا ممکن ہو اور فرائض تو سوائے کشتی کے وہ بھی جب کنارہ چھوڑ چکی ہو یا زمین پر اترنا سخت دشوار ہو ورنہ جب تک اتر کر زمین پر ممکن ہو نہ کشتی پر جائز اور نہ دوسری سواری پر

(۱) چلتی ریل گاڑی وغیرہ میں نماز جائز نہیں

آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ریل گاڑی چل رہی ہوتی ہے اور لوگ اپنی نمازیں پڑھ رہے ہوتے ہیں یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ قبلہ کس طرف ہے جس طرف اس وقت ممکن ہوتا ہے۔ منہ کر لیتے ہیں۔ لیکن یہ خوب واضح ہونا چاہئے کہ چلتی ریل گاڑی اور اسی طرح دوسری سواریوں پر قطعاً نماز نہیں ہوتی ہاں اگر وقت جا رہا ہے اور اس کے ٹھہرنے کی کوئی امید نہ ہو تو قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھ لے مگر جب ٹھہرے یا اترے تو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے اور اگر نہ پڑھے گا تو اپنے فرض سے سبکدوش نہ ہوگا۔

ریل گاڑی وغیرہ میں نماز اس لئے جائز نہیں کہ نماز میں چلنا ممنوع ہے اور ایک جگہ ٹھہر کر ادا کرنا فرض ہے تو جو لوگ ریل میں ہوتے ہیں وہ ایک جگہ نہیں رہتے ہیں بلکہ

متواتر چلنے بلکہ دوڑنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ ان سواریوں کو کشتی پر قیاس کرنا بہت بڑا ظلم ہے اس لئے کہ کشتی جب کنارے سے دور ہو جاتی ہے تو پورا پورا اضطرار (مجبوری) ہوتا ہے کہ اگر روکی بھی جائے تو زمین پر نہ ٹھہرے گی اور دوسری اعلیٰ وجہ تو یہ ہے کہ حدیث پاک میں صراحۃً چلتی ہوئی کشتی میں نماز ادا کرنا ثابت ہے اور اس کے علاوہ سوائے میدان جنگ سے قدم اکھڑ جانے اور بھاگنے کے وقت کے کسی سواری پر فرائض ادا کرنا ثابت نہیں اور ریل گاڑی کو اگر روک دیا جائے تو یقیناً زمین ہی پر ٹھہرے گی جو ٹھہرنے کے بعد تخت کی طرح ہو گی تو جس طرح تخت پر جائز ہے اس پر بھی قطعاً جائز ہے چنانچہ فتح القدیر وغیرہ جیسی فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں اس کی اصل ملتی ہے۔

(۲) قضاء نماز اوقات مکروہہ بچا کر جلد ادا کی جائے

نماز اگر قضاء ہو جائے تو ضروری ہے کہ اسے جلد از جلد ادا کیا جائے۔ اس کے لئے اوقات مکروہہ یعنی طلوع وغروب وزوال آفتاب کے اوقات بچا کر ہر وقت ادا کرنے کی اجازت ہے حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔

من نام عن الصلوٰۃ اونسیھا فیصلھا اذا ذکر ھافانہ وقتھا

کہ جب کوئی شخص سوتا رہے اور وقت گزر جائے یا (بیدار) تھا لیکن بھول گیا تھا تو جب یاد آئے اسی وقت ادا کر لے اس لئے کہ وہی اس کا وقت ہے۔

(۳) مسبوق ولاحق وغیرہ کی تعریف

نمازیوں کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) مدرک (۲) لاحق (۳) لاحق مسبوق (۴) مسبوق مدرک وہ ہے جس نے پہلی رکعت میں امام کے ساتھ شرکت کر لی۔ لاحق وہ ہے جس نے پہلی رکعت میں شرکت کی تھی لیکن وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے دوبارہ وضو کر کے امام کے ہمراہ اسی رکعت میں اسی تحریمہ کے ساتھ واپس آکر شامل ہو گیا ہو۔ اور لاحق

مسبوق وہ ہے جس نے پہلی رکعت میں امام کے ساتھ شرکت کی تھی لیکن وضوٹوٹ گیا اور دوبارہ وضو کر کے واپس آتے آتے امام نے ایک رکعت یا زیادہ ادا کر لیا تو ایسا شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب اپنی نماز پوری کرے گا تو قرأت نہ کرے گا۔ بلکہ تھوڑی دیر کھڑے ہو کر رکوع کرے گا۔ یعنی جتنی رکعتیں وضو کرتے کرتے چھوٹ گئی تھیں سب میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورت کی مقدار چپ کھڑا رہے گا۔ پھر رکوع وغیرہ کرے گا اور یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جب نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو صف سے نکل کر اگرچہ پانی باہر میسر آئے۔ البتہ صفوں سے باہر نکلنے کی مصلحت آمیز ترکیب یہ ہوگی کہ ناک پکڑ لے گا تاکہ لوگ یہ خیال کریں کہ اس کی نکسیر پھوٹ گئی ہے۔ پھر دوبارہ وضو کر کے امام کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے۔ دوبارہ نیت اور تکبیر تحریمہ کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وضو اگرچہ ٹوٹ گیا ہے لیکن نماز باقی ہے مسجد سے باہر نکلنے میں اگرچہ قبلہ کو پشت ہو جائے اور وضو کر کے پھر واپس مسجد میں داخل ہو کر امام کے پیچھے کھڑے ہو جانے سے نماز نہیں ٹوٹتی مگر شرط یہ ہے کہ کسی سے کسی قسم کی بات چیت نہ کرے ورنہ نماز کا تحریمہ باطل ہو جائے گا۔ پھر اسی تحریمہ سے امام کے ساتھ شامل نہ ہو سکے گا۔

اور مسبوق وہ ہے جس کی کچھ رکعت امام کے ساتھ رہ گئی ہوں یعنی امام کے ایک یا زیادہ رکعتیں پڑھنے کے بعد شامل ہوا تو ایسا شخص قیام میں لاحق مسبوق کی طرح خاموش نہ رہے بلکہ ثناء و تعوذ و تسمیہ کر کے پوری قرأت کرے گا۔ یعنی ایک بھری رکعت چھوٹی تو یہ مسبوق شخص بھری پڑھے گا اور دونوں چھوٹ گئیں تو دو رکعت بھری پڑھے گا۔ یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسبوق جب اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو گا تو یہ رکعت قرأت کے لحاظ سے اس کی پہلی رکعت ہو گی اگرچہ امام کے ساتھ تین رکعات ادا کر چکا ہو لہٰذا اس رکعت میں ثناء و تعوذ و تسمیہ کر کے سورۂ فاتحہ و ضم سورت بھی کرے گا۔ اگر خاموش کھڑا رہ کر رکعت پوری کرے گا تو نماز ہی نہ ہوگی۔

مسبوق التحیات میں کلمہ شہادت کی تکرار کرے آگے نہ بڑھے

مسبوق کے لئے حکم یہ ہے کہ جب امام آخری قعدہ میں ہو تو التحیات ٹھہر ٹھہر کر خوب اطمینان سے پڑھے تاکہ امام پورا التحیات اور درود و دعا پڑھ کر جب سلام پھیرے تو یہ ابھی عبدہ ورسولہ تک پہنچا ہو اور امام کے سلام پھیرتے ہی کھڑے ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کرے کیونکہ آخری قعدہ کے علاوہ کسی قعدہ میں التحیات کے ساتھ درود شریف و دعاء نہ پڑھنا چاہئے حتیٰ کہ اس کے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے باوجود بھی التحیات پوری ہوگئی اور امام نے ابھی سلام نہ پھیرا تو اسے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں بلکہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کو امام کے سلام پھرنے تک بار بار پڑھتا رہے۔

(۴) نوافل بیٹھ کر ادا کرنے سے نصف ثواب

نوافل باوجود قدرت علی القیام بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے لیکن جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے فلہ نصف اجر القائم کہ کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی بنسبت بیٹھ کر پڑھنے والے کو آدھا ثواب ملتا ہے اس حکم سے کوئی سنت و نفل مستثنیٰ نہیں اگرچہ فریضۂ عشاء کی دو رکعت سنت مؤکدہ کے بعد والی کیوں نہ ہو۔ اور سنت مؤکدہ اور واجب و فرض تو بلا عذر شرعی بیٹھ کر قطعاً جائز ہی نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی آدھا ہی ثواب حاصل کرنا چاہے اور پورے ثواب کی زحمت گوارہ نہ کرے تو مجبور نہ کیا جائے گا۔ بیٹھ کر ادا کرنے کی بالکل اجازت ہے لیکن اسکا صحیح طریقہ وہ ہے جو اعلیٰ حضرت مجدد ملت امام اہلسنت علامہ الحاج احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرضوان نے ایک استفتاء کا جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رکوع کیا جائے تو اتنا جھکا جائے کہ سر گھٹنوں کے برابر ہو جائے اور سرین اپنی جگہ سے نہ اٹھایا جائے کیونکہ اس کے اٹھانے کی ضرورت نہیں اور سجدہ حسب دستور کیا جائے گا۔

اب ہم تبرکاً بعینہ وہ فتویٰ درج کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔ اس کے بعد صلوۃ التسبیح کی تھوڑی سی فضیلت اور اس کا صحیح طریقہ بیان کر کے سلسلہ تحریر تمام کر دیں گے۔

نوافل بیٹھ کر پڑھے تو رکوع کس طرح کرے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نفل نماز بیٹھ کر ادا کرے تو رکوع کس طرح ادا کرے۔ یعنی سرین اٹھیں یا نہیں درصورت مخالفت نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا فاسد بینوا توجروا

الجواب: رکوع میں قدر واجب تو اسی قدر ہے کہ سر جھکائے اور پیٹھ کو قدرے خم دے مگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا درجہ کمال و طریقہ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آ جائے اس قدر کے لئے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدر اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ عبث و بیجا میں داخل ہوگا۔ فی الحاشیہ الشامیة فی الحاشیة القتال عن البر جندی ولو کان یصلی قاعداً ینبغی ان یکون یحاذی جبهته قد ام رکبتیه لیحصل الرکوع اور نماز میں جو ایسا فعل کیا جائے گا لا اقل ناپسندیدہ و مکروہ تنزیہی ہوگا و فی الدرالمختار ویکره ترک کل سنة انتهٰی ملتقطا واللہ تعالیٰ اعلم فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۵۱

قضاء نماز کا بیان

ادا، قضاء، اعادہ کی تعریف

جس چیز کا بندوں پر حکم ہے اس کو وقت کے اندر بجا لانا ادا ہے اور وقت گزر جانے کے بعد عمل میں لانا قضاء اور اس حکم کے بجالانے میں اگر کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو اس خرابی کو دور کرنے کے لئے دوبارہ پھر سے کرنا اعادہ ہے۔

بلا عذر شرعی نماز قضاء کر دینا بہت ہی سخت گناہ ہے اس پر فرض ہے کہ اس کی قضاء پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے سوائے نماز فجر و جمعہ و عیدین بقیہ نمازوں کا وقت کے اندر تحریمہ باندھ لے تو اگرچہ وقت نکل جائے نماز قضاء نہ ہوگی بلکہ ادا ہوگی پوری کر لینا

چاہیے۔ سوتے اور بھولے سے نماز قضاء ہوگئی تو قضاء پڑھنا فرض ہے۔ البتہ قضاء کا گناہ اس پر نہیں لیکن بیدار ہونے یا یاد آنے وقت پر مکروہ (طلوع وغروب وزوال) اگر نہ ہو تو اسی وقت پڑھ لے اب تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

صاحب ترتیب کی تعریف

صاحب ترتیب فقہی اصطلاح میں وہ ہے جس کے ذمہ بالغ ہونے کے بعد سے اب تک کوئی نماز نہ ہو بلکہ ہر نماز ادا کر کے اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوتا چلا آرہا ہو۔ اس طرح ہر مسلمان کا صاحب ترتیب ہونا فرض ہے مگر مقام افسوس ہے کہ آج کل ایک فیصد بھی مسلمان صاحب ترتیب نہیں ملتے۔ صاحب ترتیب کے لئے پانچوں فرض اور وتر ترتیب سے ادا کرنا ضروری ہے۔ یعنی پہلے فجر پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشاء اور پھر وتر پڑھی جائیں گی خواہ یہ سب قضاء ہوں یا ان میں بعض ادا اور بعض قضاء ہوں مثلاً ظہر کی نماز قضاء ہو گئی تو فرض ہے کہ اسے ادا کرلی جائے تو عصر ادا کی جائے یا وتر قضاء ہوگئی تو اس کو ادا کر کے فجر کی نماز پڑھی جائیں یاد ہوتے ہوتے نماز عصر و فجر ادا کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔

ترتیب ساقط ہونے کے اسباب

یہ ترتیب کبھی ساقط یعنی معاف بھی ہو جاتی ہے مثلاً وقت تنگ ہو چکا ہے اتنی گنجائش نہیں کہ وقتی اور قضائی دونوں نمازیں ادا کر سکے تو وقتی نماز اور قضاء نمازوں میں جس کی گنجائش ہو ادا کرلے باقی میں ترتیب ساقط ہوگئی مثلاً عشاء و وتر قضاء ہو گئے اور فجر کے وقت میں صرف ۵ رکعات نماز کی گنجائش ہے تو وتر و فجر پڑھے اور چھ رکعات کی گنجائش ہے تو اب ۴ عشاء اور ۲ فجر ادا کرے گا بہر صورت صاحب ترتیب کے لئے فوت شدہ نماز ادا کر کے وقتی نماز ادا کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی اور بھولنے اور ناواقفیت سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے البتہ جو صاحب ترتیب نہ ہو اس کی نماز ادا ہو جائے گی مثلاً ظہر کی نماز قضاء ہوگئی تو یاد ہوتے ہوئے بھی عصر کی ادا کرنے کے بعد پھر ظہر کی قضاء پڑھے تو عصر کی نماز

درست ہے کیونکہ یہ صاحب ترتیب نہیں ہے۔ آدمی اس وقت صاحب ترتیب کہلائے گا جب تک کہ ۶ نمازیں قضاء ہوکراس کے ذمہ نہ ہوجائیں۔ یا ایک ہی نماز چھ نمازوں تک ادا نہ کرے اور چھٹی نماز کاوقت بھی گزر جائے۔

قضاءِ عمری کا طریقہ

جس کے ذمہ قضاء نماز ہوخواہ پرانی (عمر بھر میں کسی وقت کی) ہو یا نئی ہو جلد از جلد ادا کر لینا واجب ہے مگر بال بچوں کی خوردونوش اور اپنی ضروریات کی وجہ سے تاخیر جائز ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ عمر بھر میں جتنی نمازیں چھوڑیں ہیں اچھی طرح سوچ کر اندازہ کر کے طے کیا جائے کہ فجر کی اتنی اور ظہر وعصر ومغرب وعشاء کی اتنی اتنی نمازیں ہوئیں اور اندازے سے کچھ زائد ہی رکھے کم ہرگز نہ رکھے تو فجر میں جتنی رکعت پڑھ سکے فجر کی قضاء پڑھے نماز فجر سے پہلے بھی اجازت ہے اور بعد میں بھی اور اسی طرح نیت کرے کہ نیت کرتا ہوں میں اس نماز کے ادا کرنے کی جو مجھ سے فجر کی سب سے پہلی نماز قضاء ہوئی تھی پھر یوں کہ نیت کرتا ہوں میں اس کے بعد والی نماز ادا کرنے کی پھر اس کے بعد والی کی، اور اسی طرح پڑھتا چلا جائے۔ حتیٰ کہ سب ادا کر لے اور بالکل ایسے ہی ظہر وعصر ومغرب وعشاء کے وقت میں بھی نیت کر کے ادا کرتا چلا جائے جب ساری نمازیں ادا کر لے گا تو اب صاحب ترتیب ہوجائے گا۔ شافعی المذہب کی نمازیں قضاء ہوئیں اس کے بعد حنفی ہوگیا تو حنفیوں کے طریقہ پر ادا کرے گا۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ

نماز جنازہ میں ۳ چیزیں ہیں (۱) ثناء (۲) درود شریف (۳) میت کے لئے دعاء لہٰذا نیت یوں کرے کہ نیت کی میں نے نماز جنازہ فرض کفایہ کی مع ۴ تکبیرات ثناء اللہ کے لئے درود سرکار دوعالم ﷺ کیلئے دعاء اس میت کیلئے اگر مقتدی ہوتو پیچھے اس امام کے

کہے۔ اور چار تکبیریں اس طرح کہے کہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا نیچے لا کر حسب دستور باندھ لے اور سب سے پہلے ثناء۔ یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ پڑھے پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے اور کوئی سا بھی پورا درود شریف پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میت و جملہ مومنین اور مومنات کے لئے دعاء کرے مگر بہتر وہ دعائیں ہیں جو حدیث مقدس میں وارد ہوئیں ان میں سے ایک جو لوگوں میں زیادہ مشہور ہے درج ذیل ہے لیکن اگر کسی کو یہ دعاء اچھی طرح یاد نہ ہو تو جو چاہے پڑھے مگر امور آخرت سے متعلق ہو امور دینا سے نہ ہو۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ اور عورت کیلئے اَجْرَھَا پڑھے اور اگر بالغ ہو جانے سے قبل پاگل ہو جانے والے کا جنازہ ہے جس کو کبھی ہوش نہ آیا ہو یا نابالغ کا تو یہ دعاء پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّاجْعَلْهُ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا اور لڑکی تو اجْعَلْهُ کی جگہ اجْعَلْھَا اور شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا کی جگہ شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً پڑھے اور فوراً اللہ اکبر یعنی چوتھی تکبیر کہے اور اسی وقت دونوں ہاتھ کھول دے اور پہلے دائیں پھر بائیں سلام پھیرے۔ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی وہ آیتیں جو دعاء اور ثناء پر مشتمل ہیں بنیت دعاء و ثناء پڑھنا جائز ہے۔

مسجد کے اندر نماز جنازہ وغیرہ

مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ تحریمی ہے خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر اور جملہ نمازی مسجد ہی میں ہوں یا بعض اندر اور بعض باہر اس لئے کہ حدیث مقدس میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ عام گذرگاہ اور دوسرے کی زمین میں نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے۔

صلاۃ اللیل

رات میں بعد نماز عشاء جو نوافل پڑھے جائیں ان کو صلاۃ اللیل کہا جاتا ہے اور رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں کہ صحیح مسلم شریف میں مرفوعاً ہے کہ فرضوں کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے اور اسی صلاۃ اللیل کی ایک قسم تہجد بھی ہے کہ عشاء کے بعد رات میں سو کر اٹھیں اور نوافل پڑھیں سونے سے قبل جو کچھ پڑھی گئیں وہ تہجد نہیں۔ تہجد کے معنی ہی سو کر اٹھنے کے ہیں لہٰذا بیدار ہونے کے بعد طلوع فجر سے پہلے پہلے جو نماز پڑھی جائے وہ تہجد ہوگی اس کے لئے آدھی رات یا چوتھائی رات شرط نہیں فریضہ عشاء کے بعد سو رہے اور ۵ منٹ کے بعد بھی بیدار ہو جائے تو تہجد کی نماز پڑھ سکتا ہے اور وہ تہجد ہی ہوگی۔

تہجد کی نماز

اور تہجد کی نماز کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات سرکار دو عالم ﷺ سے ثابت ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص رات میں بیدار ہو اور اپنے اہل کو جگائے پھر دونوں دو دو رکعت پڑھیں تو کثرت سے خدا کی یاد کرنے والوں میں لکھے جائیں گے البتہ اگر آدھی رات سونا چاہتا ہے اور آدھی رات جاگنا تو پہلے سو جائے اور پچھلی رات میں اٹھ کر عبادت کرے یہ افضل ہے اس لئے کہ پچھلی رات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کا نزول ہوتا ہے اور دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔

نماز اوّابین

بعد نماز مغرب ۶ رکعات مستحب ہیں ان کو صلاۃ الاوابین کہتے ہیں خواہ ایک ہی سلام سے سب پڑھی جائیں یا دو سلام سے یا ۳ سے لیکن ۳ سلام سے افضل ہے یعنی ہر دو رکعات پر سلام کے ساتھ۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص بعد نماز مغرب ۶ رکعات

پڑھے گا اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کہے گا تو اس کی یہ چھ رکعتیں ۱۲ برس کی عبادت کے برابر کی جائیں گی۔

نماز اشراق

سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر ذکر خدا کرتا رہا یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا پھر دو رکعات پڑھے تو اسے پورے حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا۔

نماز چاشت

مستحب ہے کہ کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ ۱۲ رکعات پڑھی جائیں لیکن افضل ۱۲ رکعات ہیں اس لئے کہ حدیث مقدس میں وارد ہوا ہے کہ جس نے ۱۲ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کے محل بنائے گا اور مسلم شریف میں ہے کہ آدمی پر اس کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (انسان کے بدن میں کل ۳۶۰ جوڑ ہیں) اور ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم صدقہ ہے اور بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے دو رکعتیں چاشت کی کافی ہیں۔

نماز تسبیح

اس نماز میں بے انتہاء ثواب ہے بعض محققین فرماتے ہیں کہ اس کی بزرگی سن کر سوائے اس شخص کے اور کوئی نہ ترک کرے گا جو دین میں سستی کرتا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے چچا کیا میں آپ کو عطاء نہ کروں اور کیا میں آپ کو نہ بخشوں کیا میں آپ کو نہ دوں اور کیا میں آپ کے ساتھ احسان نہ کروں دس خصلتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے گناہ بخش دے گا۔ اگلا، پچھلا، پرانا، نیا جو بھول کر کیا اور جو قصداً کیا

چھوٹا اور بڑا پوشیدہ اور ظاہر اس کے بعد نماز تسبیح کی تعلیم فرمائی پھر فرمایا کہ اگر آپ سے ہو سکے تو ہر روز ایک بار پڑھو اور اگر روزانہ نہ کرو تو ہر جمعہ میں ایک بار اور یہ بھی اگر نہ کر سکو تو ہر ماہ میں ایک بار اور یہ بھی نہ کر سکو تو سال میں ایک بار اور یہ بھی نہ کر سکو تو عمر میں ایک بار پڑھ لو۔ اس کی ترکیب ہمارے طور پر ۴ رکعات نماز تسبیح کی نیت کر کے تحریمہ باندھے پھر اس طرح جیسے کہ سنن ترمذی میں بروایت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر یعنی تکبیر تحریمہ باندھ کر ثناء یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ پڑھے پھر یہ پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ یہ دعاء تسبیح ہے اور اسی کی وجہ سے نماز تسبیح کہتے ہیں اس تسبیح کو ۱۵ بار پڑھے پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور ضم سورت کر کے کھڑے دس بار یہی تسبیح پڑھے پھر رکوع کرے اور رکوع میں پہلے حسب دستور کم از کم ۳ بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھے پھر مذکور بالا تسبیح دس بار رکوع ہی میں پڑھے پھر رکوع سے سر اٹھائے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے بعد قومہ میں (ہاتھ چھوڑے ہوئے) دس بار یہی تسبیح پڑھے پھر سجدہ میں جائے اور سجدہ میں حسب دستور تسبیح سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کم از کم ۳ بار پڑھے پھر دس بار یہی تسبیح پڑھے۔ یونہی جلسہ میں یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس بار پڑھے پھر دوسرے سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ۳ بار کہنے کے بعد دس بار یہی تسبیح پڑھے یہ کل ۷۵ بار ہوئیں اسی طرح ہر رکعت میں ۷۵، ۷۵ بار ہونی چاہیے اور پوری نماز میں کل مجموعی طور پر ۳۰۰ ہوں گی اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو سب سے پہلے وہی تسبیح ۱۵ بار پڑھے پھر بسم اللہ کر کے الحمد شریف اور ضم سورت کے بعد پھر دس مرتبہ پڑھے اور رکوع کرے رکوع میں حسب دستور ۳ بار رکوع کی تسبیح کے بعد دس بار یہی تسبیح پڑھ کر سر اٹھائے اور قومہ میں اسی طرح دس بار یہی تسبیح اس کے بعد پہلے سجدہ میں ۳

بار تسبیح سجدہ کے بعد دس بار یہی تسبیح پھر جلسہ میں دس بار یہی تسبیح پھر دوسرے سجدہ میں دس بار پڑھ کر قعدۂ اولیٰ کرے اور حسب دستور التحیات درود شریف سمیت پڑھ کر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے۔ اور کھڑے ہوتے ہی پھر ثناء یعنی سبحانک اللھم آخر تک پڑھ کر ۱۵ بار تسبیح پڑھے پھر بسم اللہ کر کے الحمد شریف وضم سورت کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے پھر رکوع میں حسب مذکور دس بار پھر قومہ میں پھر دس بار پھر پہلے سجدہ میں اور جلسہ میں بھی۔ پھر دوسرے سجدہ میں بھی دس دس بار پڑھ کر چوتھی رکعت کا قیام کرے اور حسب مذکور پہلے ۱۵ بار یہی تسبیح پڑھ کر سورۂ فاتحہ وضم سورت کے بعد دس بار۔ پھر رکوع میں پھر قومہ میں۔ پھر پہلے سجدہ میں پھر جلسہ میں پھر دوسرے سجدے میں اسی طرح دس دس بار پڑھ کر حسب دستور قعدۂ ثانیہ کرے اور پوری التحیات پڑھ کر داہنی پھر بائیں طرف سلام پھیرے۔

تمت بالخیر

مراجع الکتاب

نمبر شمار	اسم الکتاب	مصنف الکتاب	سن وفات
(۱)	قرآن کریم	منزل من اللہ العزیز الرحیم	×
(۲)	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	امام احمد رضا خان بریلوی	۱۳۴۰ھ
(۳)	تفسیر خازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد ابراہیم خازن شافعی	۷۴۱ھ
(۴)	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی	۶۰۶ھ
(۵)	مدارک التنزیل	علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی	۷۱۰ھ
(۶)	تفسیر کمالین علیٰ جلالین	علامہ عمر بن عبد الجلیل بغدادی	۱۱۹۴ھ

حدیث و شروح حدیث

نمبر شمار	اسم الکتاب	مصنف الکتاب	سن وفات
(۷)	صحیح بخاری	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ
(۸)	صحیح مسلم	حافظ ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری	۲۶۱ھ
(۹)	جامع ترمذی	حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ
(۱۰)	سنن نسائی	حافظ ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	۳۰۳ھ
(۱۱)	سنن ابوداؤد	حافظ سلیمان بن اشعث سجستانی	۲۷۵ھ
(۱۲)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۱۳)	موطا	امام محمد بن حسن بن فرقد شیبانی	۱۸۹ھ
(۱۴)	کتاب الآثار	" "	" "
(۱۵)	سنن دار قطنی	حافظ ابو الحسن علی بن عمر دار قطنی	۳۸۵ھ
(۱۶)	مشکوٰۃ المصابیح	حافظ ولی الدین خطیب تبریزی	۷۴۲ھ
(۱۷)	معجم	حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	۳۶۰ھ

(۱۸)	فتح الباری	علامہ ابن رجب حنبلی	۷۹۵ھ
(۱۹)	عمدۃ القاری	علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی	۸۵۵ھ
(۲۰)	شرح صحیح مسلم	امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی	۶۷۶ھ

فقہ

(۲۱)	خزانہ		
(۲۲)	مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳)	البحرالرائق	علامہ ابن نجیم حنفی مصری	۹۷۰ھ
(۲۴)	فتاویٰ سراجیہ	علامہ علی بن عثمان بن محمد اوشی	۵۷۵ھ
(۲۵)	کنزالدقائق	علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی	۷۱۰ھ
(۲۶)	فتاویٰ ولوالجیہ	ظہیرالدین بن ابی حنیفہ ولوالجی	۵۴۰ھ
(۲۷)	فتاویٰ عالمگیریہ	ملانظام الدین حنفی	۱۱۶۱ھ
(۲۸)	فتاوی قاضی خان	قاضی حسین بن منصور اوزجندی	۵۹۲ھ
(۲۹)	تنویرالابصار	علامہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی حنفی	۱۰۰۴ھ
(۳۰)	درمختار	علامہ علاءالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی	۱۰۸۸ھ
(۳۱)	ردالمحتار	علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی	۱۲۵۲ء
(۳۲)	ہدایہ	علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی	۵۹۳ھ
(۳۳)	فتح القدیر	علامہ کمال الدین بن ہمام حنفی	۸۶۱ھ
(۳۴)	حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح	علامہ سیّد احمد طحطاوی حنفی	۱۲۳۱ھ
(۳۵)	حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار	" "	" "

(۳۶) شرح الوقایہ	علامہ عبید اللہ بن مسعود حنفی	۷۴۷ھ
(۳۷) الوقایہ	علامہ محمود بن احمد حنفی	۶۷۳ھ
(۳۸) جامع الرموز	علامہ شمس الدین محمد خراسانی قہستانی	۹۶۲ھ
(۳۹) اللباب شرح قدوری علامہ سید عبد الغنی غنیمی		
(۴۰) نقایہ	علامہ عبید اللہ بن سعود حنفی	۷۴۷ھ
(۴۱) شرح نقایہ	علامہ عبد الواحد بن محمد حنفی	
(۴۲) غنیۃ المستملی	علامہ ابراہیم بن محمد حلبی	۹۵۶ھ
(۴۳) حلیۃ المحلی	علامہ محمد بن محمد بن امیر الحاج	۸۷۹ھ
(۴۴) عمدۃ الرعایۃ	علامہ ابو الحسنات عبد الحی لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۴۵) مالا بد منہ	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۴۶) فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی	۱۳۴۰ھ
(۴۷) بہار شریعت	مولانا امجد علی اعظمی	۱۳۷۶ھ

لغت وصرف ونحو

(۴۸) المنجد	لوئیس معلوف	۱۸۶۷ھ
(۴۹) القاموس المحیط	علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی	۸۱۷ھ
(۵۰) صراح	علامہ ابو الفضل محمد بن عمر بن خالد قرشی	۶۹۰ھ
(۵۱) نوادر الاصول		
(۵۲) شرح جامی	علامہ عبد الرحمٰن جامی	۸۹۸ھ
(۵۳) ہدایۃ النحو	علامہ ابو حیان غرناطی	

احادیث مبارکہ کا بیمثال مجموعہ

شیخ چلپی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علامہ متقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی بڑی کتب سے اصول سُنّت کے بارے میں جتنی احادیث کو جمع فرمایا اس سے زیادہ کسی نے نہیں کیا احمد عبدالجواد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اس نے حدیث کی ستر سے زائد کتابوں کا مطالعہ کیا،

كنز العمّال

في سنن الأقوال والأفعال

مصنف

للعلامة علاء الدين علي المتقي بن حسام الدين الهندي البرهان نوري المتوفي ۹۷۵ھ

کرمانوالہ بک شاپ

حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے　سلام کیلئے حاضر غلام ہو جائے

مُرتب
سمیع اللہ برکت

کرمانوالہ بک شاپ